تحقیق کے آبالوں میں لکھی جانے والی سنجیدہ کتاب

بیادِ رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

حصہ دوم

# کنز الایمان اور مخالفین

کنز الایمان اور مخالفین

مصنف

محمد ممتاز تیمور قادری

ناشر: تحریک ہدیۃ الامہ

## عرض مولف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قارئین! اس دور پرفتن میں جہاں مختلف فتنے مسلمانان عالم کے ایمان کے لئے امتحان بنے ہوئے ہیں، وہاں سب سے بڑا فتنہ قرآن کی تعلیم کے پس پردہ اپنے بزرگوں کے غلیظ عقائد کی ترویج ہے جس کے لئے قرآن مجید کی معنوی تحریف سے کام لیا جاتا ہے، اسی خطرہ سے امت کو محفوظ رکھنے کے لئے امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے ''کنز الایمان'' کے نام سے قرآن کا سلیس دیدہ زیب ترجمہ کیا جو یوں تو اپنے گونا گوں خصائص کی بناء پہ دیگر تراجم سے ممتاز ہے، مگر اس کا خاص تخصص یہ ہے کہ حضرت مترجم نے ایک تو ترجمہ کرتے وقت راجح موقف کو ترجیح دی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آداب رسالت مآب وغیرہ کا بھی خیال رکھا ہے جس کے بالمقابل کئی مکاتب فکر کے تراجم ان خوبیوں سے محروم ہیں، ان تراجم کی غلاط کو واضح کرنے اور کنز الایمان کی فوقیت ثابت کرنے کے لئے علماء اہلسنت کی انب سے مختلف متاثرہ جات سپرد قلم ہوئے تھے، اب بجائے اس کے کہ ان کی تنقید سے فائدہ اٹھایا جاتا اور اپنی اصلاح کی جاتی، کچھ لوگوں نے اس کے برعکس ز الایمان کو ہی مشق ستم بنالیا، اور اس پہ لایعنی اعتراضات کی بوچھاڑ کردی، اسی لہ کی کڑی نور سنت کا کنز الایمان نمبر اور الیاس گھمن صاحب کی کتاب ''کنز ن کا تحقیقی جائزہ'' ہیں، جن کا انتہائی سنجیدگی متانت، مختصر مگر جامع انداز سے

جواب راقم الحروف نے سپرد قلم کیا، اور یہ کتاب علماء کی تقاریظ سے مزین ہوکر "کنز الایمان اور مخالفین" کے نام سے پاک و ہند میں منظر عام پہ آئی، جسے اہلسنت کے حلقوں میں بہت پذیرائی ملی، ان اوراق کے راقم کو بھی مختلف محافل میں شیلڈز سے نوازا گیا، اندرون بیرون ملک سے مختلف حضرات نے خراج تحسین پیش کیا، جہاں اہل حق نے اس کتاب کو سر آنکھوں پہ بٹھایا وہاں باطل کی صفوں میں بھی کھلبلی مچی، اور کافی واویلا ہوا، جواباً کبھی تو سوشل میڈیا پہ ہماری ذات پہ کیچڑ اچھالے گئے اور کبھی یک طرفہ ریکارڈنگز منظر عام پہ لاکر اپنے حواریوں کو مطمئن کرنے کی سعی ناکام کی گئی، جب ان حربوں سے بات بھی بنتی نہ نظر آئی تو آخر کار ایک صاحب نے اس کے صرف دو مضامین پہ تنقیدی تبصرہ قلمبند کیا، مگر موصوف نے اکثر باتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف منگھڑت و اختراعی خیالات کو ہمارے ذمہ لگا کر مناظر بننے کی سعی لاحاصل کی جو بقول سرفراز ان کی شکست و عاجزی کی بین دلیل ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"کسی بھی اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں ہوسکتی کہ جب بھی کوئی شخص کسی کتاب یا مضمون کی تردید کرتا ہے تو بزعم خویش اس میں سب باتوں کو ضرور ملحوظ رکھتا ہے۔ جو باتیں قابل تردید ہوتی ہیں ان کی خوب دل کھول کر تردید کرتا ہے اور جو باتیں صحیح یا لاجواب ہوتی ہیں ان پر خاموشی اختیار کر لیتا ہے" (الشہاب المبین ص ۱۲)

نیز لکھتے ہیں:۔

"اس کا مطلب بغیر اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ مؤلف مذکور نے ازالۃ الریب میں

پیش کردہ جن دعاوی اور دلائل اور حوالوں کا ذکر نہیں کیا تو وہ ان کے جواب سے قطعاً قاصر اور سراسر عاجز ہیں ورنہ ضرور ان کو بیان کرتے'' (اظہار العیب ص ۵)

عبد القدوس قارن لکھتے ہیں:۔

''محترم اثری صاحب نے اپنی کتاب آئینہ میں جتنے موضوعات اور جن پہلوؤں پہ قلم اٹھایا تھا بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے ترتیب وار ہر ایک کا تسلی بخش اور مسکت جواب دیا اس لئے محترم اثری صاحب نے اپنی حالیہ کتاب برامان گئے میں بہت سے موضوعات سے چپ سادھ لی جو ان کی جانب سے ہمارے دلائل کو تسلیم کر لینے اور اپنی غلطی کا خاموش اعتراف ہے'' (تصویر بڑی صاف ہے سبھی جان گئے ص ۱۲)

موصوف کا تبصرہ نہ صرف دلائل سے عاری اور ذاتیات تک محدود تھا بلکہ ان کے مضمون سے یہ تاثر جا رہا ہے کہ جناب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاہل و کافر کی نسبت تو برداشت کر سکتے ہیں مگر ان کے اکابر کو کچھ کہا جائے تو جناب کا بلڈ پریشر ہائی ہو جاتا ہے، پھر جناب نے اکثر حوالہ جات سے صرف نظر کی اور صرف ادھر ادھر کی بات کر کے جواب دینے کی سعی ناکام کی، بقول محمد علی مونگیری:۔

''ان کی ایک کتاب اعجاز عیسوی ہی عجب نادر کتاب ہے جس کی خوبی بیان نہیں ہو سکتی کسی مخالف کا زہرہ نہیں کہ اس کے جواب میں قلم اٹھا سکے، یوں آئیں بائیں شائیں بکنے کو جس کے جی میں آئے بکے'' (مراۃ الیقین ص ۱۔۲)

خیر یوں تو ان کا مضمون اس قابل تھا ہی نہیں کہ اس پہ کچھ تبصرہ کیا جائے مگر احباب کی توجہ دلائی کہ جناب خود کو عظیم مناظر سمجھتے ہیں لہذا ان کی اس غلط فہمی کا بھی ازالہ کیا

دیا جائے تا کہ موصوف آئندہ اس قسم کی کاروائی سے باز رہیں، خیر ہم نے انتہائی اختصار سے کام لیتے ہوئے چند گزارشات پیش کر دیں ہیں، اگر کسی باسی کڑاہی میں ابال آیا تو اللہ کے فضل سے مزید تشفی کر دی جائے گی۔ تحریر میں سنجیدگی و متانت قائم رکھنے کے لئے ذاتیات پہ تبصرہ سے گریز کیا گیا ہے۔ یہاں اس بات کا بھی تذکرہ ضروری ہے کہ موصوف نے کنز الایمان اور مخالفین پوری ٹیم کی کاوش قرار دیا ہے، اور اس جملہ کے مطالعہ کے بعد بندہ ناچیز کو بھی کافی طمانیت محسوس ہوئی کہ الحمد اللہ اس ناچیز نے تن تنہا اس قدر کام کر دیا جو دیوبندی حضرات کی ٹیمیں سرانجام دیتی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ان حضرات کی بوکھلاہٹ بھی واضح ہوتی ہے۔ پھر جناب نے انتہائی بدتمیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تہمت و بہتان لگاتے ہوئے مختلف الفاظ ہم سے منسوب کئے۔ جبکہ یہی صاحب ہمارے متعلق یوں لکھتے ہیں:۔

ہمارے ایک ساتھی بھائی تیمور نے (کردار یزید ص ۳)

موصوف کا یہ بھی فکری تضاد دیکھئے کہ جب تک ان کی تردید میں قلم کو جنبش نہ دی تھی تو ہمارا مسلک جاننے کے باجود احترام سے گفتگو کی جارہی ہے، لیکن جیسے ہی تردید ہوئی موصوف ذاتیات پہ اتر آئے۔ پھر اگر کسی کی کڑاہی میں ابال آئے اور وہ ضرور آئے گا اور کتاب ہذا کا جواب دینے کی سعی ناکام کی جائے گی تو قلم اٹھانے والے صاحب کو چاہئے کہ ہماری کتاب کا لفظ لفظ سامنے لائیں وگرنہ بقول خالد محمود یہ جواب نامکمل متصور کیا جائے گا۔ خیر اس جگہ ہم علامہ مظفر شاہ صاحب اور عثمان مغل بھائی کے شکر گزار ہیں، جن کی معاونت سے یہ کتاب بزم ہستی میں وجود پانے کے قابل ہوئی۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے مضمون ہذا کو عامہ الناس کے لئے نافع بنائے اور اسے قبول فرمائے۔

## چل میرے خامہ بسم اللہ

موصوف لکھتے ہیں:۔

''قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ ابدی پیغام ہے جسمیں تا قیامت لوگوں کے لئے ہدایت ہے'' (اعتراضات کا جائزہ ص ۷)

بے شک قرآن مجید اللہ رب العزت کی طرف ہدایت کا راستہ دکھانے کے لئے نازل کیا گیا، مگر دیوبندی حضرات کے نزدیک اس کتاب ہدایت میں تحریف لفظی ہو چکی ہے، انور شاہ کاشمیری لکھتے ہیں:۔

''اور میرے نزدیک قرآن مجید میں تحریف لفظی واقع ہو چکی ہے یا تو لوگوں نے جان بوجھ کر کی ہے یا غلطی سے'' (فیض الباری ج ۳ ص ۳۹۵)

مہر محمد میانوالوی لکھتے ہیں:۔

''اصول کافی میں قرآن پاک کی تحریف وکمی پر مستقل باب ص ۴۴۱ تا ۴۳۲ پر موجود ہے۔ ترجمہ مقبول میں بھی بیسوں آیات کو محرف بتلایا گیا ہے۔ لہذا قرآن ان کے مذہب کی بنیاد نہیں ہو سکتا'' (تحفۃ الاخیار ص ۲۷)

اس سے واضح ہوا کہ قرآن مجید کو محرف ماننے کے سبب دیوبندی حضرات کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں، اس لئے موصوف کا آگے چل کہ یہ کہنا کہ ہمارے شیخ الہند نے

لوگوں کو قرآن کے قریب لانے کے لئے ترجمہ کیا [illegible]

الہند کا قول نقل کرتے ہیں:۔

"میں نے بہت غور کیا کہ آخر آج امت مسلمہ کی اس [illegible]

دو وجہ سمجھ آئی (۱) ایک قرآن سے دوری (۲) دوسرا [illegible]

"(اعتراضات کا جائزہ ص ۷)

قارئین! ہم پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ بات عرض کرتے ہیں کہ دیوبندی حضرات کا عمل اس کے برعکس ہے، ایک طرف تو یہ حضرات نہ صرف قرآن سے دور ہیں، بلکہ دوسری جانب امت میں اختلاف کا بیج بھی انہی حضرات نے بویا تھا، دیوبندی مفتی صاحب اپنے ہم مسلک دیوبندیوں کے متعلق رقم طراز ہیں:۔

"عرصہ سے رسمی تبلیغیوں نے قرآن کو نظر انداز کر دیا ہے، اپنی اختراعی ترتیب اور اپنے بزرگوں کی تصانیف و تالیفات کو تبلیغ کے لئے کافی سمجھ لیا، درس قرآن ترجمہ و تفسیر کو اضافی چیز خیال کیا بلکہ مضر جانا اور امر واقع ہے" (کلمۃ الہادی ص ۱۵۸)

قارئین! دیوبندی مفتی صاحب کی زبانی یہ بات واضح ہوئی کہ یہ حضرات قرآن کے مقابل اپنے بزرگوں کو ترجیح دیتے ہیں، اور یہاں تک ان کے مراجز درس قرآن سے خالی ہیں، دیوبندی مفتی صاحب اپنے ان بھائیوں کے افسوس ناک رویے پہ یوں نوحہ کناں ہیں:۔

پاکستان میں تبلیغی مراکز میں دروس قرآن کا سلسلہ عرصہ سے نہیں ہو رہا۔ کہیں بھی کسی بڑے اجتماع میں دروس قرآن اہتمام نہیں کیا جاتا" (کلمۃ الہادی ص ۲۲۵)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

"رہا یہ کہ ایک صحابی بریدہ نے جو بات سمجھی وہ سب سے زیادہ لائق اتباع ہونی چاہئے
تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک دو صحابی کے سوا ہزار یا صحابہ کرام نے سمجھی اور اس کی
روشنی میں سلف وخلف نے جو سنت متعین کی وہ تو اور بھی زیادہ لائق اتباع ہے جو شائبہ
بدعت سے کوسوں دور ہے" (انوار الباری ج ۸ ص ۴۳)

یعنی معاذ اللہ صحابہ کرام نے جو بات سمجھی اس میں بدعت کا شائبہ تھا، اور معاذ اللہ وہ
بدعتی تھے نعوذ باللہ، اس عبارت شنیعہ پہ از خود تبصرہ کرنے کی بجائے ہم دیوبندی
حضرات کے ریمارکس ہی پیش کرنا کافی سمجھتے ہیں، ظفر اقبال صاحب لکھتے ہیں:۔

"مصنف نام ونسب نے صحابی رسول ﷺ کو بدعتی کہہ کر خود بدعت کا ارتکاب کیا
ہے" (سیدنا معاویہ ص ۱۳۱)

ایسے ہی لکھتے ہیں:۔

"مزید حیرانی اس بات پر ہوتی ہے کہ اگر صحابہ، نعوذ باللہ، بدعتی ہیں تو ان کی اقتدا کا حکم
پہ مفتی وارد؟" (سیدنا معاویہ ص ۱۲۶)

پھر الحمد اللہ ہم بدعتی نہیں بلکہ اہل سنت ہیں، اس پہ خود علمائے دیوبند کی شہادتیں موجود
ہیں، تقی عثمانی لکھتے ہیں:۔

"اس وقت اہل سنت ان مکاتب فکر کے مجموعہ سے عبارت ہے
جو دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث کے ناموں سے معروف
ہیں (حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق ص ۲۷۶)

دیوبندی مہر محمد میانوالوی لکھتے ہیں:۔

"ورنہ کوئی سنی بریلوی یا دیوبندی یہ نہیں کہتا کہ خدا یہ کام کرتا ہے یا کرے گا" (ہم سنی کیوں ہیں ص ۱۹، مرحبا اکیڈمی)

خالد محمود دیوبندی لکھتے ہیں:۔

"ورنہ اہل سنت میں بریلوی اکابر ہرگز بشریت کے منکر نہیں تھے" (عبقات ج ۱ ص ۶۱)

مگر دیوبندی حضرات بدعتی ضرور ہیں، دیوبندی مفتی سعید خان کہتے ہیں:۔

"یہ بدعتیں پچھلے دور میں ان کے ہاں ہوا کرتی تھیں، جنہیں اہل السنۃ و الجماعۃ دیوبندی علماء کرام کثر اللہ سوادھم، بدعتی کہتے تھے اور اب ہمارے اپنے علماء و مشائخ کے انتقال کے بعد، یہی حرام کام اور بدعتیں خود دیوبندی مدارس اور خانقاہوں میں ہو رہی ہیں، یہ ظلم نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا ان بدعات کے ارتکاب اور وقف میں خیانت پر کوئی سزا نہیں ملے گی؟ دیوبندی مدارس کے زوال اور خانقاہوں کے اجڑ جانے کی ایک وجہ، اس بدعت کا ارتکاب بھی ہے" (دیوبندیت کی تطہیر ضروری ہے صفحہ ۱۶)

نیز لکھتے ہیں:۔

---

ہمارے معاندین ان حوالہ جات کے جواب میں اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس سے مراد یہی ہے کہ بریلوی خود اہل سنت سے منسوب کرتے ہیں، مگر یہ بات درست نہیں۔ جو عبارات ہم نے پیش کی ہیں ان میں دوٹوک بغیر کسی لگی لپٹی کے ہمارا اہل سنت ہونا تسلیم کیا گیا ہے، معاندین کیہ تاویل محض بوگس ہے ان عبارات میں ایسی کوئی صراحت موجود نہیں۔

''ہم خدام اہل السنۃ والجماعۃ، سب کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ دیوبندیت کے نام پہ یہ کیا کچھ ہو رہا ہے اور یہ کیا گل کھلائے جا رہے ہیں؟ سنت و بدعت کا فرق مٹایا جا رہا ہے اور اہل بدعت کے اعمال سے بیزاری کے اظہار میں کمی واقع ہو رہی ہے'' (دیوبندیت کی تطہیر ضروری ہے صفحہ ۲۰)

ایسے ہی رقم طراز ہیں:۔

''اب کہیں خال خال، کونوں کھدروں میں صرف چند ہستیاں باقی ہیں، جو اہل السنۃ و الجماعۃ کے ٹمٹماتے چراغ ہیں۔ اور انہیں چاہیے کہ وہ انھیں اور اس دیوبندیت کی تطہیر کریں۔ یہ صاف صاف تحریر فرما دیں کہ اہل السنۃ و الجماعۃ دیوبندی ہونے کا معیار کیا اہل السنۃ والجماعۃ کون ہیں اور اہل بدعت کون ہیں، جو کم علمی اور بد علمی کے باوجود سنی، دیوبندی ہونے کے مدعی ہیں۔'' (دیوبندیت کی تطہیر ضروری ہے صفحہ ۲۰)

نیز دیوبندی مفتی کہتے ہیں:۔

''نتیجہ اور چالیسواں جو ہمیشہ بدعت قرار دئے جاتے رہے اب دیوبندی اور اہل السنۃ والجماعۃ کہلانے والے علماء ان رسومات میں شریک ہونے لگے ہیں۔ بڑے بڑے علماء و مشائخ کے سوئم ہوتے ہیں'' (دیوبندیت کی تطہیر ضروری ہے صفحہ ۱۵)

مزید اپنے درد دل کا اظہار یوں کرتے ہیں:۔

''تیسری خرابی یہ ہے کہ جن بدعات کے رد پر ہمارے اکابرین اہل السنۃ والجماعۃ

نے تقریباً ڈیڑھ سو برس خم ٹھونک کر جہاد کیا، اب وہی بدعات ان نام نہاد سنیوں، صوفیوں، دیوبندیوں نے اپنالی ہیں۔ مثلاً اکابرین اھل السنۃ والجماعۃ رضی اللہ عنہم ہمیشہ دن منانے کے خلاف رہے لیکن اب خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے باقاعدہ دنمنائے جاتے ہیں اور اس بات کی ترغیب وسعی نامبارک بھی کی جاتی ہے محرم ۱۴۳۲ھ یہ پہلا سال ہے کہ اپنے آپ کو سنی اور دیوبندی کہنے والے علماء کرام نے اسلام آباد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام پر ایک باقاعدہ جلوس نکالا ہے۔ شیعہ حضرات دس محرم مناتے ہیں اور انہوں نے یکم محرم منایا ہے۔

(دیوبندیت کی تطہیر ضروری ہے صفحہ 14)

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

پھر جناب نے پروفیسر مسعود صاحب سے ان تراجم کے متعلق یہ نقل کیا کہ ان کو یوں شائع کیا گیا کہ کافی شہرت حاصل کر گئے، اس کو موصوف نے مقبولیت سے تعبیر کیا، جبکہ یہ بات درست نہیں، تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"کیونکہ بعض باتیں بے اصل مشہور ہو جاتیں ہیں" (حفظ الایمان ص ۱۲)

خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

"کچھ ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں جو جتنی زیادہ معروف ہوں اتنی ہی غلط ہوتی ہیں ان کا کوئی مبدء حسی نہیں ہوتا مگر زیادہ سے زیادہ پھیلتی جاتی ہیں" (مطالعہ

بریلویت ج ۲ ص ۳۵۷)

اسی طرح نور الحسن بخاری لکھتے ہیں:۔

''کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہو گیا'' (بشریت النبی ص ۱۲۷ پرانا ایڈیشن)

ان عبارات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ محض شہرت مقبول ہونے کی علامت نہیں، بلکہ بقول خالد محمود جو جسقدر مشہور ہوگا، اس کے غلط ہونے کے امکان بھی اتنے ہی زیادہ ہیں، پھر اگر شہرت مقبولیت اور درست ہونے کی علامت ہے، تو مناظر احسن صاحب لکھتے ہیں:۔

''بہر حال عام طور پہ یہ مشہور ہے کہ کلیۃ مغربی خیالات ہی سے سید صاحب متاثر تھے'' (سوانح قاسمی ج ۱ ص ۸۰)

عبدالجبار سلفی نقل کرتے ہیں:۔

''مولانا کرم الدین دبیر کے متعلق مشہور یوں تھا کہ زمانہ جوانی میں موصوف تین طلاق کے بعد نکاح بغیر حلالہ کے جواز کا فتویٰ بیس روپے لے کر دیتے'' (احوال دبیر ص ۲۳۹)

پھر موصوف لکھتے ہیں:۔

''لہذا انہوں نے پہلا کا تو یہ کیا کہ کنز الایمان کے نام سے ایک دل آزار، گستاخانہ اور گمراہ کن ترجمہ شائع کیا، جسے پوری امت نے ٹھکرا دیا'' (اعتراضات کا جائزہ ص ۷۔۸)

ہمارے معاند حقائق سے چشم پوشی برتیں، تو یہ ان کی مجبوری ہے، کیونکہ بقول قاضی مظہر حسین مخالف کا کام مخالفت کرنا ہی ہوتا ہے، ہم اس اعتراض کی حقیقت اپنی کتاب مستطاب ''کنز الایمان اور مخالفین'' میں واضح کر چکے ہیں یہاں اعادہ کی حاجت نہیں، اور جہاں تک پروفیسر مسعود صاحب کی گفتگو ہے تو اس کا تعلق ماضی سے ہے، اب صورتحال یکسر تبدیل ہو چکی ہے۔ خیر اس کے بعد جو موصوف نے تاویلات کی ہیں، ان کا ازالہ پیش خدمت ہیں۔

## (۱)۔ووجدک ضالا فھدی

اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سجائی (شیخ الہند)

اور رستے سے ناواقف دیکھا تو دیا رستہ دکھایا (فتح المجید ص ۱۱۳۱)

آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتا دیا (تفسیر ماجدی)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا اور رستہ بتلایا (تفسیر انوار البیان ج ۹ ص ۴۱۲)

قارئین! اس آیت بالا میں لفظ ضال استعمال ہوا ہے، جس کے مشہور معنی تو گمراہی کے ہیں، مگر اس کے علاوہ یہ لفظ دیگر معانی و مفاہیم بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ لیکن دیوبندی مترجمین کے الفاظ اول الذکر معنی کی تائید کر رہے ہیں، جس سے معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گمراہ ماننا لازم آتا ہے، چہ جائیکہ ان احباب نے گمراہ کے متبادر الفاظ کا استعمال کیا ہے مگر اس سے وہی مفہوم اخذ ہو رہا ہے۔ صدیق باندوی لکھتے ہیں:۔

''اسی ضمن میں فرمایا کہ اسی طرح ووجدک ضالا فھدی میں بعض لوگ ضالا کا ترجمہ گمراہ سے کر دیتے ہیں۔ یعنی آپ کو گمراہ پایا سو ہدایت دے دی حالانکہ یہ ترجمہ غلط ہے

۔اور دو میں ضال کے معنی گمراہ (یعنی سیدھی راہ سے ہٹا ہوا) ہوئے ہیں (اظہار حقیقت ص ۵۴)

استاذ تفسیر نعیم دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:۔

"یہ معنی تو یہاں نہیں ہو سکتے کہ گمراہ تھے۔ کیونکہ بچپن سے لیکر قبل نبوت تک آپ کے جو حالات دنیا کے سامنے ہیں۔ ان میں کہیں بھی دہریت، شرک، بت پرستی کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ یا قوم کی جاہلانہ رسوم میں آپ شریک ہوئے ہوں۔ بلکہ نبوت سے پہلے آپ اللہ کی ہستی اور اس کی وحدانیت کے قائل تھے۔ اور آپ کی زندگی گناہوں سے پاک اور آپ فضائل اخلاق سے آراستہ تھے۔ البتہ جب آپ نے عقل و ہوش کی آنکھ کھولی اور قوم کے مشرکانہ اطوار اور بیہودہ رسم و رواج دیکھے تو سخت بے زار ہوئے اور قلب مبارک میں خدائے وحدت کی عبادت کا جذبہ پورے زور شور کے ساتھ موجزن تھا اور سینہ بے کینہ میں عشق الٰہی کی آگ بھڑک رہی تھی اور خدمت خلق اور وصول الی اللہ کا چشمہ اندر ہی اندر ابل رہا تھا لیکن کوئی کھلی ہوئی راہ اور صاف واضح راستہ اور مفصل دستور عمل سامنے نہ تھا۔ جس سے تسکین خاطر اور اطمینان قلب ہوتا۔ بس ایک مجمل جذبہ اور مبہم ولولہ اصلاح کا تھا۔ جس میں آپ سرگرداں اور بے قرار تھے۔ تفصیلی احکام اور اصول کا علم نہ تھا کہ پروگرام کو آگے بڑھاتے" (کمالین ج ۷ ص ۷۲۸)

ان دونوں عبارات کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص کے گمراہ ہونے کا مطلب یہ ہی ہے کہ وہ سیدھے راستے سے ناواقف اور ہٹا ہوا ہو، اس لئے مذکورہ بالا مترجمین کا انداز حضور

ﷺ کو گمراہ ثابت کر رہا ہے، لہذا لئے درست نہیں۔ ان اوراق کے راقم نے
مذکورہ تراجم پہ تنقید کرتے ہوئے لکھا تھا:۔

''قارئین! ان مذکورہ بالا تراجم سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ حضور ﷺ سیدھے راستے
سے ناواقف تھے بے خبر تھے تو لامحالہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اب اگر آپ بے خبر
تھے تو پھر غار حرا میں سجدہ ریز کیوں ہوئے تھے؟ عام برائیوں کا صدور آپ ﷺ
سے کیوں نہیں ہوا؟۔۔۔ ایسا ترجمہ کرنا جس سے مطلقاً شریعت کے جاننے کی نفی ہو
قابل اعتراض ہے'' (کنز الایمان اور مخالفین ص ۱۷۰)

اس پہ تبصرہ کرتے ہوئے وکیل صفائی لکھتے ہیں:۔

اس جواب سے معلوم ہوا کہ موصوف کے نزدیک ''حضور ﷺ کو مطلقاً بے خبر یا لاعلم
کہنا گستاخی نہیں نہ اس پر ان کو کوئی اعتراض ہے'' (اعتراضات کا جائزہ ص ۴۳)

قارئین! ہم اپنی تنقید نقل کر چکے ہیں، اس کو بنظر عمیق ملاحظہ کرنے کے باجود ہم جناب
کے اخذ کردہ نتیجہ کے ماخذ الفاظ کی تلاش سے قاصر ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ موصوف
نے کن الفاظ سے اپنی مرضی کے مطابق ایک خیال ہمارے ذمہ لگا دیا ہے۔ ہمارے
ناظرین ہماری تنقید اور موصوف کے اخذ کردہ نتیجہ کو ملا کر دیکھیں، قاضل تبصرہ نگار کی
سخن فہمی، امانت و دیانت اور نقل و بیان کی اس دیدہ زیب کاوش کو ملاحظہ کریں اور اس
بات کا فیصلہ کریں کہ جس بحث کے آغاز میں ہی اپنے مخصم کے موقف کو اپنے اختراعی
خیال سے تعبیر کیا گیا ہو اور اس سخن فہمی کی بنیاد پہ جو تنقید کی گئی ہو آخر اس کا کیا جواب
دیا جائے۔ اس جگہ ہم مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ ہی نقل کرنے

پر اکتفاء کرتے ہیں، وہ رقم طراز ہیں:۔

"جب اول سے کشتی سراسر ٹوٹی ہوئی ہے تو دریا کے پار اترنے کو کیا خاک کام آئے گی اور جب بسم اللہ ہی غلط ہے تو اس کے مابعد کو کیا سمجھا جائے" (احسن الاحادیث ص ۵۸)

پھر ہمارا یا ہمارے اکابر کا دامن ایسے نظریہ سے پاک ہے۔ ہاں مگر موصوف کے اکابرین نے ضرور اس کا پرچار کیا ہے، جس کی ہم نشاندہی کئے دیتے ہیں۔ اسماعیل دہلوی صاحب لکھتے ہیں:۔

سو انہوں نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی" (تقویۃ الایمان ص ۳۳)

نیز لکھتے ہیں:۔

"سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بے خبر و نادان ہیں" (تقویۃ الایمان ص ۳۳)

مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ بات مترشح ہو گئی کہ حضور ﷺ کو بے خبر اور لاعلم کہنا یہ موصوف کے اکابرین کا وطیرہ ہے اور اس عمل قبیح کو جواز کی سند فراہم کرنے کے لئے موصوف نے یہ نتیجہ ہمارے سر منڈھا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے نزدیک حضور ﷺ کا علم تدریجی ہے اور نزول قرآن کے ساتھ مکمل ہوا۔ احکام شریعت کی تفصیل بھی احکام الٰہی کی تکمیل کے ساتھ عیاں ہوئی۔ اس لئے نزول قرآن کی تکمیل سے قبل یہ کہنا کہ آپ پہ احکام شریعت کی تفصیل کا علم عیاں نہ تھا یہ ایک الگ معاملہ ہے مگر

نزول قرآن کی تکمیل کے بعد حضور ﷺ کو لاعلم اور بے خبر کہنا یہ ایک الگ مسئلہ ہے موصوف کا اسے گڈمڈ کرنا ان کا تجاہل عارفانہ ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

"(اعتراضات کا جائزہ ص ۴۳)

اس چیز کی وضاحت کرتے ہوئے ہم نے مزید لکھا تھا:۔

"اس آیت میں ایمان سے مراد احکام شرع کی تفصیل ہے" (کنز الایمان اور مخالفین ص ۳۱۶)

اور یہ ہمارا اپنا اختراعی موقف نہیں بلکہ دیگر اکابر کا بھی اس پہ اتفاق ہے:۔ موصوف مزید لکھتے ہیں:۔

"دیوبندی تراجم سے یہ مفہوم متبادر ہوتا ہے کہ آپ سرے سے سیدھے راستے ہی سے بھٹکے ہوئے تھے" (اعتراضات کا جائزہ ص ۴۳)

جن تراجم میں حضور ﷺ کو مطلقاً شریعت و سیدھے راستے سے ہی بے خبر کہا گیا ہو اور بھٹکنے کی نسبت موجود ہو ان سے یہی مفہوم متبادر ہوتا ہے۔ کیونکہ ہم بتلا چکے کہ ان حضرات نے ضال کے معنی گمراہ کے لئے ہیں، اور لفظ کو ثقیل جان کر اسکے متبادل الفاظ کا چناؤ کیا ہے مگر معنی و مفہوم یکساں ہیں، لہذا ہمارا تجزیہ درست ہے۔

اس کے بعد موصوف نے علامہ اچھروی صاحب کی ادھوری عبارت سے یہ تاثر دیا کہ اگر کوئی حضور ﷺ کو کسی خبر سے بے خبر رہے تو وہ نبوت کا منکر ہے (مخلصاً اعتراضات کا جائزہ ص ۴۳، ۴۴)

قارئین! اگر موصوف کی نقل کردہ عبارت اور اخذ کردہ نتیجہ کا ہی تقابل کیا جائے تو معاملہ واضح ہو جاتا ہے۔ اچھروی صاحب کی عبارت میں "اس خبر" کے الفاظ ہیں جبکہ موصوف نے "کسی خبر" کے الفاظ نقل کئے ہیں جن میں زمین و آسمان کا فرق موجود ہے۔ خیر پہلے علامہ اچھروی صاحب کی عبارت ملاحظہ ہو:۔

"اگر کسی نے بالفرض کچھ وقت کے لئے اس خبر سے بے علم سمجھا تو اس اعتقاد کی بناء پر وہ اتنی دیر منکر نبوت رہے گا۔ یا تو اس کو ماننا پڑے گا نبی علیہ السلام کی کچھ دیر کے لئے عدم علمی اس کے نبوت انعدام پہ دال ہوگی اور نبوت کا نبی سے منعدم ہونا ایک آن کے لئے بھی اصول نبوت کیا اصول الٰہیہ، کے خلاف ہے ماننا پڑے گا کہ نبی علیہ السلام اپنے علم غیب عطائی سے ایک آن کے لئے بھی بے خبر نہیں ہو سکتا" (مقیاس الحنفیت ص ۲۹۸، ۲۹۹)

قبلہ مناظر اسلام کی بحث کا تعلق اُس علم غیب سے ہے جو عطا ہو چکا، اور آپ اس عطائی علم غیب سے بے خبر ہونے پہ بحث فرما رہے ہیں، جبکہ احکام شرع کی تفصیل جو بعثت سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا نہ ہوئی تھی اس پہ اس کو چسپاں کرنا نہ صرف موصوف کے علمی یتیم ہونے پہ دال ہے بلکہ جناب کی امانت و دیانت کا بھرم بھی کھولنے کے لئے کافی ہے کہ وکیل صفائی اپنے اکابر کی محبت میں ادھوری عبارت نقل کر کے من پسند نتیجہ اخذ کرنے سے بھی پرہیز نہیں فرما رہے۔ اور اس بات کو ہمارے قارئین بھی محسوس کریں گے کہ وکیل صفائی نے اپنے پورے مضمون میں یہی حربہ استعمال کیا ہے، ادھوری عبارات نقل کر کے من پسند نتیجہ اخذ کیا ہے، پھر مناظر بن کر اس کی تردید کی

ہے۔ اگر جناب کی اس حرکت شنیعہ کو خیانت سے تعبیر کیا جائے تو نازک طبع کی طبع نازپہ یہ الفاظ گراں گزرتے ہیں اور آبگینوں کو ٹھیس لگنے کا اندیشہ ہے۔ انہی مدعیان تہذیب سے استفسار کرتے ہیں کہ اگر عبارات میں قطع و برید کو خیانت سے تعبیر نہ کیا جائے تو آپ حضرات ہی کسی نئی اصطلاح سے روشناس کریں جس سے مطلب بھی واضح ہو اور آپ کے جذبات بھی مجروح نہ ہو سکیں۔ خیر ہم صرف موصوف کی اس حرکت فرومایہ پہ ان کے گھر والوں کے تبصرے نقل کرنے پہ اکتفاء کرتے ہیں۔ ابوایوب لکھتے ہیں:۔

''آپ عسائیت و یہودیت کا نمونہ ہیں کہ خیانات اور کتر بیونت کر کے بھی مطمئن بیٹھے ہیں'' (دست و گریباں ج ۳ ص ۳۰۷)

نیز لکھتے ہیں:۔

''محترم و مکرم قارئین! شاید آپ سوچ بھی نہ سکتے ہوں گے کہ کسی سے ذاتی دشمنی میں کوئی شخص اتنا گر سکتا ہے: ''اس کو بدنام کرنے کے لئے اس کی بات کو درمیان سے کانٹ چھانٹ کر اس طرح پیش کرے کہ وہ بات اپنے بیان کردہ اصل مفہوم سے بالکل ہٹ جائے۔ اور اس طرح جس شخص سے دشمنی ہو اسکو بدنام کر کے اپنی دشمنی کی آگ کو ٹھنڈا کیا جا سکے'' (سفید و سیاہ پر ایک نظر ص ۲۳)

عارف سنبھلی لکھتے ہیں:۔

''یہاں بھی اس ظالم نے صریح مجرمانہ، خیانت کی ہے ایک فقری جس سے مسئلہ کی پوری وضاحت ہوتی تھی اس کو درمیان سے حذف کر دیا ہے'' (بریلوی فتنہ کا نیا روپ)

ص ۶۰)

قاری عبدالرشید دیوبندی لکھتے ہیں:۔

''یہودیوں کی مشہور زمانہ خصلت ''تحریف'' (الشہاب الثاقب ص ۳۴)

یہ خصلتیں موصوف میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ ایسے ہی امام علی دانش دیوبندی لکھتے ہیں:۔

''یہ بہت بڑی شرارت و خباثت اور اور الزام تراشی ہے کہ عبارتوں کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جائے'' (توحید کا مخبر ص ۳۰)

ثاقب صاحب رسالپوری لکھتے ہیں:۔

''دیانت داری کا تقاضا یہ تھا کہ ملک صاحب نے مؤطا امام مالک کی جو عبارت نقل کی ہے اس کے ساتھ پیوستہ عبارت بھی نقل کر دیتے، شاید ملک صاحب نے اس کے نقل کرنے سے چشم پوشی اس لئے برتی ہے کہ اس کی وجہ سے ملک صاحب کی ساری محنت ہر پانی پھر جاتا ہے'' (حضرت امیر معاویہ اور تاریخی روایات ص ۳۳)

اس کے بعد جو فیض احمد اویسی صاحب کی عبارت نقل کی اس کا بھی یہی مفاد ہے۔ پھر جناب نے دو عدد عبارات نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ''بے خبر'' کا لفظ ہی گستاخی ہے، جواباً عرض ہے کہ اول تو ان حضرات کی عبارات میں انداز کو گستاخانہ کہا گیا ہے، اور ایسا کیوں ہے تو اس کی وضاحت بہتر الوی صاحب کی مکمل عبارت کرتی ہے، آپ لکھتے ہیں:۔

اگر نبی کریم اعلان نبوت سے پہلے معاذ اللہ بھولے بھٹکے ہوئے، شریعت سے بے خبر

اور ہدایت اور سیدھی راہ سے ناواقف تھے تو اس کفر کی زمین میں بتوں کے سامنے سجدہ بھی ہوئے کفار کی طرح معاذ اللہ عام برائیوں کا ارتکاب بھی کرتے" (تبیان الجنان ص ۳۱۸، ۳۱۹)

اس مکمل عبارت سے علامہ صاحب کا موقف بھی واضح ہو گیا کہ ان کی تنقید بھی کرنے کہنے، مطلقا شریعت سے ہی بے خبر کہنے پہ ہے، اور موصوف کی اور ہماری تنقید میں کوئی فرق نہیں۔ وکیل صفائی اگر تساہل و تجاہل عارفانہ نہ برتتے اور جو جام بھی اٹھا کرتے اسے تجزیہ و تحلیل کی چھلنیوں سے گزار کر عمیق غور تامل کے بعد نقل کرتے تو ہمیں شاید یہ مضمون لکھنے کی حاجت پیش نہ آتی، مگر موصوف اپنے زعم میں خود کو مناظر عظیم محقق گردانتے ہیں اس لئے جناب کے فہم میں جس پھول کی جو خوشبو سماتی ہے اس نقل کئے دیتے ہیں، اس بات کو مدنظر رکھے بغیر کہ حواس خمسہ سے بھی چوک ممکن ہے۔ اس کے بعد جناب نے جو اپنے سابقہ مضمون کی طرف مراجعت کرنے کا اشارہ فرمایا جس میں مولانا جمشید صاحب کی تنقید منقول ہے۔ ان کی تنقید ہو یا دیگر حضرات کی اس آیت کے حوالہ سے موقف یہی ہے کہ اس کا ترجمہ گمراہ کے معنی میں کرنا درست نہیں اور حضور ﷺ کو گمراہ کہنا ثابت نہیں۔ اگر کسی نے اس آیت سے اس قسم کا استدلال کیا ہے تو وہ مردود ہے۔ اس کے بعد جناب لکھتے ہیں:۔

"بریلوی حضرات یہاں "بے خبر" کے لفظ کی نسبت کو نبی کریم ﷺ کی طرف دریدہ دہنی میں شمار کر رہے ہیں تو ان مفسرین و علماء کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے جنہوں نے "جاھلا" کے لفظ نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا" (اعتراضات کا

جائزہ ص ۴۴)

ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ مطلقا حضور ﷺ کو شریعت سے بے خبر کہنا اور اس کا ترجمہ گمراہ کے معنی میں کرنا ہرگز درست نہیں۔ اب جہاں تک موصوف نے جو سوال اٹھایا ہے تو اس کا جواب ہم آگے چل کر ملاں علی قاریؒ کی عبارت تحت عرض کریں گے۔ اس کے بعد جو موصوف نے ڈاکٹر مجید اللہ صاحب کا حوالہ پیش کیا تو اس میں بھی ہماری تائید ہی موجود ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

''مولوی اشرفعلی تھانوی کے مندرجہ بالا آیت کے ترجمے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے دین و مذہب میں نبی کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے اور اتنا بڑا الزام لگانے سے بھی نہیں چوکتے کہ نبی ﷺ شریعت ہی سے بے خبر تھے اور یہ خیال نہ کیا کہ نبی ایک لمحہ بھی اگر اللہ سے غافل ہو جائے تو وہ منصب نبوت کا اہل نہیں رہتا'' (اردو تراجم کا تقابلی جائزہ ص ۶۷)

اس جگہ بھی مطلقا شریعت سے بے خبری پہ گرفت ہے اور ہمارے خلاف نہیں، موصوف کا اسے احکام شرع پہ منطبق کرنا تجاہل ہے۔ اس کے بعد جو عبد الرزاق بحر الوی صاحب کی عبارت ہے تو وہ ہمارے خلاف نہیں اور ہم نقل کر چکے کہ ان کی تنقید بھی مطلقا شریعت سے بے خبر ماننے پہ ہے۔ ان کی عبارت میں کئی احکام شرع جاننے کا ذکر تمام احکام شریعت جاننے کو مترادف نہیں۔ اور ہم واضح کر چکے کہ حضور ﷺ مطلقا شریعت سے بے خبر نہ تھے ہاں ابھی احکام شرع کی تفصیل کا علم نہ تھا اجمالا جانتے تھے، جیسا کہ ہم نے لکھا تھا:۔

''حضور شریعت کا علم رکھتے تھے ہاں تفصیل ابھی آپ کو نہیں بتلائی گئی'' (کنز الایمان اور مخالفین ص ۱۷۰)

لہذا ہم مطلقا شریعت جاننے کے منکر نہیں، اس لئے موصوف کی نقل کردہ عبارات ہمیں نقصان دہ بھی نہیں۔ پھر وکیل صفائی نے جو حوالہ نقل کیا کہ احکام عملیہ کا نام ہی شریعت ہے تو عرض ہے کہ ہم نے کب اس کا انکار کیا ہے۔ ہم دوٹوک لکھ چکے کہ حضور ﷺ کو شریعت کا علم تھا مگر تفصیل نہ جانتے تھے یعنی بعض احکام سے واقف تھے ہاں تفصیلی احکام شرع سے واقفیت حاصل نہ تھی۔ اور تھانوی صاحب کے ترجمہ میں مطلقا شریعت جاننے کی نفی موجود ہے، اور اس کو پڑھنے والا یہی سمجھے گا کہ حضور ﷺ اعلان نبوت سے قبل مطلقا شریعت سے بے خبر تھے، جس سے یہ ضال گمراہ کے معنی میں مستعمل ہوگا، لہذا یہ ترجمہ درست نہیں۔ اس کے بعد جناب نے اویسی صاحب کی بھی ادھوری عبارت پیش کی، ان کی مکمل عبارت یوں ہے:۔

''مخالف نے ضال بمعنی گمراہ ثابت کرنے کے لئے جو دلائل دیئے ہیں، وہ اس کی نبوت دشمنی کا واضح ثبوت ہے۔ مثلا کہا کہ حضور ﷺ وحی آنے سے پہلے شریعت کی تفصیلات سے واقف نہ تھے بعض واقعات پیش آنے سے پہلے بے خبر تھے۔ مثلا واقعہ افک کی حقیقت اور اس نوعیت کے دیگر واقعات کہ حضور ﷺ وحی کے انتظار میں بے تاب رہتے تھے اور وحی سے خبر پا کر ان واقعات کی خبر پاتے تھے اور اصل راستے سے واقف ہو جاتے تھے پھر وحی کے مطابق صراط مستقیم امت کو بتاتے تھے

-----جواب: مخالفین کی اس عبارت سے ان کا اصلی چہرہ سامنے آ گیا وہ یہی کہ

ضال بمعنی گمراہ بے خبر ناواقف کے معنی کو ترجیح دی گئی ہے۔ حضور ﷺ قبل از نبوت و بعد از نبوت بہت امور سے ناواقف تھے۔ نزول وحی تک نہ صرف بے خبر بلکہ بے قرار رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو نبوت چالیس سال بعد ملی اس سے قبل آپ کو یہ علم تک نہ تھا کہ آپ نبی ہیں گے۔ جبرئیل علیہ السلام پہلی وحی لیکر آئے تب بھی بے خبر تھے۔۔۔۔ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ جملہ عالمین کے نبی ہیں آپ اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے ہاں اظہار نبوت چالیس سال کے بعد ہوا اندریں آپ کو علم الہیہ سے نوازا گیا۔ اجمالاً آپ کو جملہ علوم حاصل تھے۔ مثلاً پیدا ہوتے ہی سجدہ ریز ہوئے اور امتی کی صدا لگانا پھر بچپن کے کوائف پھر جوانی سے تا اظہار نبوت لیکن اجمال کے رنگ میں اجمالی علم میں تفصیل ہوتی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اجمالی علم ہر وقت ہوتا ہے اور تفصیلی علم کے لئے وقت کا انتظار کرنا پڑتا ہے" (سیدنا اعلیٰ حضرت ص ۷۱۔ ۷۳)

یہ مکمل عبارت اپنے مفہوم پہ واضح ہے کہ اویسی صاحب نے تفصیل نہ ملنے سے گمراہ کے معنی پہ استدلال کرنے پہ تنقید کی ہے وگرنہ تفصیلی علم کا ملنا ان کے نزدیک بھی اعلان نبوت کے بعد ہی ہے، جو ہمارے خلاف نہیں اور معترض کو مفید نہیں۔

## شفاء شریف کی عبارت کا جواب

اس کے بعد جناب نے شفاء شریف کی عبارت پیش کی مگر اس دفعہ بھی مکمل عبارت نقل کرنے سے گریز کیا، مکمل یوں ہے:۔

"وقیل ضالا: عن شریعتک ای لاتعرفها فهداک الیها" (شفاء شریف ص ۲۶۰)

یعنی قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ نے مختلف اقوال نقل کئے اور یہ قول لفظ قیل سے نقل کیا ہے اس پہ مفتی حماد لکھتے ہیں:۔

"مگر ان حضرات نے بھی اسے قیل کے تحت ذکر کیا ہے اکثر نے جس سے اس کا مرجوح ہونا واضح ہے" (بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ ص ۶۴)

پھر مفتی حماد صاحب لکھتے ہیں:۔

"اب اگر اختر صاحب اس کے مقابلے میں تفسیر مدارک پیش کریں تو عرض خدمت ہے کہ یہ تفسیر ہے اور رتفسیر میں بس اوقات ایک احتمال کو ذکر کر دیا جاتا ہے" (بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ ص ۶۸)

ڈاکٹر حبیب اللہ چترالی لکھتے ہیں:۔

"روی او قیل کہہ کر ان کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہیں" (برصغیر میں قرآن فہمی کا تنقیدی جائزہ ص ۱۷۳)

خالد محمود لکھتے ہیں:۔

"اہل علم سے مخفی نہیں کہ حضرت کا نام لفظ قیل سے ذکر کیا گیا ہے جو ضعف مقولہ پہ دلالت کرتا ہے" (معیار صحابیت ص ۲۴)

ابو الحسنین ہزاروی لکھتے ہیں:۔

"اور مفسرین کا عام طریقہ ہے کہ تفسیر لکھنے کے بعد کمزور خیالات جو اس درست تفسیر

سے انحراف کا باعث ہو رہے ہوں۔ اس کو قیل سے نقل کر دیتے ہیں جسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قاری درست تفسیر جان لے اور ساتھ یوں ہی چھوڑی ہوئی باتوں سے بھی آگاہ ہو جائے۔ تاکہ کسی سے تفسیروں میں مذکورہ درست تفسیر سننے کے علاوہ ہوائی تفسیر سننے کے بعد یہ وہم پیدا نہ ہو کہ وہ بھی تفسیر اور یہ بھی تفسیر ہے۔ اس میں سے جس کو چاہے بندہ اختیار کرے حرج نہیں مگر مذکورہ مفسرین نے قیل کے ذریعے ان اقوال کا ناقابل اعتبار ہونا واضح کر کے نادرست باتوں کے پیچھے پڑنے سے بچالیا" (حقیقی دستاویز ص ۷۳، حضار تحقیقات اسلامی)

سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:۔

"علامہ خازن اس قول کو لفظ قیل کہہ کر ضعیف بتا گئے ہیں" (تفریح الخواطر ص ۱۲۹)

ایسے ہی لکھتے ہیں:۔

"ایک تو اس لئے کہ وہ اس کو قیل سے بیان کر کے خود اظہار تمریض کر رہے ہیں" (تفریح الخواطر ص ۱۶۵)

پھر خود موصوف لکھتے ہیں:۔

"حالانکہ خود موصوف نے قطبی کے حوالے سے قول کو قیل سے تعبیر کیا ہے جو قول کے ضعیف ہونے کی واضح علامت ہے" (اعتراضات کا جائزہ ص ۵۴)

یہاں موصوف کا فکری تضاد اور امانت و دیانت کا خون بھی قابل دید ہے کہ ایک طرف تو لفظ قیل کو ضعف پہ محمول کہا جا رہا ہے مگر دوسری طرف اس قول کو اپنی تائید میں نقل کر دیا ہے لیکن کیونکہ جناب قیل کو تضعیف پہ دال مانتے ہیں اس لئے موصوف نے شفاء

شریف کی عبارت نقل کرتے ہوئے لفظ قیل کو حذف کر دیا۔ پھر صاحب شفاء کا وہ موقف ہے جو ہم لکھ چکے، چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"الذی ھو الفرائض والاحکام وکان مومنا بتوحید" (شرح شفاء ج ۲ ص ۲۰۸)

## تفسیر روح البیان

اس کے بعد جناب نے روح البیان کی عبارت پیش کرنے میں حسب سابق مکمل عبارت نقل کرنے سے گریز کیا، مکمل عبارت یوں ہے:۔

"معنی الضلال فقد اب الشرائع ولخلو نحن الاحکام التی لا یھدی الیھا لعلقول بل طریقھا السماع" (تفسیر روح البیان ج ۱۰ ص ۴۵۸)

ایسے ہی قرطبی کی مکمل عبارت یوں ہے:۔

"ضال سے مراد آپ ﷺ قرآن اور شرائع نہ جانتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن اور اسلام کے احکام کی طرف ہدایت دی" (تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۳۹۵)

لہذا موصوف کا یہ کہنا کہ ہم نے جواب نہ دیا تھا درست نہیں کیونکہ ہم نے اجمالا کہہ دیا تھا:۔

"جناب نے جتنے بھی حوالہ جات پیش کئے ہیں ان میں سے کسی میں بھی شریعت سے مطلقا بے خبری کا ذکر نہیں بلکہ احکام شریعت سے بے خبر ہونے کا ذکر ہے" (کنز الایمان اور مخالفین ص ۱۷۱)

## قصہ حضرت زینب حقائق کے آئینے میں

اس کے بعد موصوف کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی ملحد اعلیٰ حضرت کے ترجمہ پر اعتراض کرے کہ جو محبت میں خود رفتگی کی بات ہے وہ حضرت زینبؓ کے لئے ہے جیسا کہ جلالین میں ہے تو کیا یہ اعتراض قبول ہوگا۔ اور ہم نے لکھا تھا کہ اعتراض سے کوئی چیز محفوظ نہیں تو اسی طرح یہ کہنا کی دیوبندی تراجم سے سیدھے راستہ بھٹکنا لازم آتا ہے یہ بھی درست نہیں (مخلصا اعتراضات کا جائزہ ص ۴۸)

ہم صدیق باندوی سے نقل کر چکے کہ گمراہ کا معنی سیدھی راہ سے ہٹا ہوا کے ہیں اور دیوبندی تراجم نے یہی ترجمہ اختیار کیا ہے ہاں لفظ بدلے مگر مفہوم یکساں ہے۔ پھر جناب تو ترجمہ کی بات کر رہے ہیں ان کے اکابر نے تو ترجمہ سے ہٹ کر یوں لکھا ہے:۔

''اخلاقی محاسن کے تین جز ہیں: (۱) تہذیب اخلاق (۲) تدبیر منزل (۳) سیاست مدن۔ ان تینوں سے آپ قطعا و اصلا بے خبر تھے۔ جب آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب الٰہی کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے؟ تو محاسن سے آپ کو کیوں کر آگاہی ہو سکتی ہے'' (مختصر سیرت النبوی ص ۴۴)

اس جگہ نہ صرف اخلاقی محاسن بلکہ ایمان سے ہی حضور ﷺ کو بے خبر کہہ دیا گیا ہے

۔اس کے بعد عرض ہے کہ کوئی چیز اعتراض سے محفوظ نہیں یہ ہمارا اپنا قول نہیں بلکہ ہم نے واضح لکھا تھا:۔

''اور ایک بات ذہن نشین رکھیں کہ ہم نے اپنی طرف سے کوئی اصول بیان نہیں کیا، دیوبندی حضرات کی عبارات کی روشنی میں گفتگو کی ہے'' (کنز الایمان اور مخالفین ص

(۹)

لہذا ہمارا یہ قول الزامی تھا اور آگے ہم نے حوالہ جات بھی عرض کر دیئے تھے (کنز الایمان اور مخالفین ص ۷۔۸)

پھر اعلیٰ حضرت کے ترجمہ پہ تو آج تک نہ کسی ملحد یا غیر مسلم نے اعتراض کیا ہے نہ کر سکتا ہے، مگر آپ کے تراجم نے انہیں موقع ضرور دیا ہے، ایک عیسائی پادری لکھتے ہیں:۔

''جناب محمد عملاً گنہگار تھے۔ قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے (سورہ ضحیٰ آیت ۷) اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ بجھائی۔ یہ گنہگاری کی بڑی علامت ہے اور اس میں حضرت محمد کی پہلی حالت کی طرف حوالہ ہے (سیرت المسیح والمحمد ص ۶)

پھر اعلیٰ حضرت کا ترجمہ یوں ہے:۔

''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا'' یہ خطاب اللہ رب العزت نے حضور ﷺ سے فرمایا جو اس کی بات کی بذات خود دلیل ہے کہ یہاں خداوند کی محبت کا تذکرہ ہے۔ اب جہاں تک جلالین کا حوالہ ہے تو اگر یہ اعتراض ختم ہو جائے تو جناب کا فرضی استدلال بھی دم توڑ جائے گا اس لئے اس پہ کچھ معروضات پیش خدمت ہیں۔ اول تو حبیب احمد چترالی صاحب لکھتے ہیں:۔

''تفسیر جلالین میں موضوع احادیث پہ اعتماد کیا گیا ہے۔ شان نزول میں من گھڑت قصے اور کہانیاں ہیں جن کو عقل و نقل کی کسوٹی قبول نہیں کرتی'' (برصغیر میں قرآن فہمی کا تنقیدی جائزہ ص ۱۷۲)

نظام الدین اورویؒ لکھتے ہیں:۔

''جس روایت کی بنیاد پر عشق و محبت کی لایعنی داستان اٹھ کھڑی ہوئی ہے اگر حالات ماحول اور واقعاتی زندگی کی کسوٹی پر رکھ کر دیکھا جائے تو اس کا بے اصل ہونا از خود ظاہر ہو جاتا ہے'' (تفسیروں میں اسرائیلی روایات ص ۳۲۷)

ایسے ہی لکھا:۔

''مذکورہ روایت کا ایک راوی عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ ہے، اس جو علماء جرح و تعدیل نے مہتم بالکذب کہا ہے اور اس پر عجائب و غرائب والی روایتوں کو بیان کرنے کا بھی اتہام ہے'' (تفسیروں میں اسرائیلی روایات ص ۳۲۷)

شبلی نعمانی لکھتے ہیں:۔

''طبری کے علاوہ لوگوں نے بھی اس قسم کی بیہودہ روایتیں نقل کی ہیں لیکن ان محدثین نے ان کو اس قابل نہیں سمجھا کہ ان سے تعرض کیا جائے'' (سیرت النبی ج ۱ ص ۲۷۵)

ڈاکٹر محمد شمیم اختر قاسمی مذکورہ قصہ پہ تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہؓ کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دیا تھا۔ بعض وجوہ سے دونوں کا نباہ نہ ہو سکا اور ایک سال کے بعد طلاق واقعہ ہو گئی۔ اس کے بعد حضرت زینبؓ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کر لیا۔ اس واقعہ کو معاندین اسلام خصوصاً مستشرقین نے ایسا مکروہ بنا کر پیش کیا ہے کہ بعض پڑھے لکھے مسلمان بھی ان کی فریب کاری کا

شکار ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی ہرزہ سرائی کا لب لباب یہی ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ کریم ﷺ اس قدر شہوت پرست تھے کہ ایک شادی شدہ عورت کو طلاق دلوا کر اس سے اپنی شادی کر لی۔ پھر اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ایک گروہ کہتا ہے ایک دن نبی ﷺ حضرت زینب کے گھر گئے، انہیں نیم برہنہ حالت میں اس طرح دیکھا کہ ان کی سیاہ زلفیں ان کے سیمیں بدن پر بکھری ہوئی تھیں، جن سے ان کے دل میں محبت کی لگن پیدا ہو گئی اور بعض حیلے بہانے اختیار کر کے زید سے طلاق دلوادی اسطرح آپ ﷺ سے ان کی شادی کرنے کا راستہ صاف ہو گیا۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ایک دن حضور ﷺ زیدؓ کی غیر موجودگی میں ان کے گھر گئے، دیکھا کہ زینب شب باشی کا لباس زیب تن کئے پلنگ پر لیٹی ہوئی ہیں، اس وقت ان کے دل میں زینب سے رغبت پیدا ہو گئی اور 'سبحان اللہ العظیم سبحان مصرف القلوب' کہتے ہوئے لوٹ گئے۔ حضور ﷺ کی یہ آواز زینب کے گوش گزار ہوئی تو ان کے دل میں امید جاگ گئی۔ زیدؓ گھر آئے تو زینب نے ان سے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ ازراہ مروت و محبت زیدؓ نے زینبؓ کو طلاق دینے کا فیصلہ کیا، مگر نبی ﷺ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ پھر بھی زید نے انہیں طلاق دے دی۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔ اس تضاد بیانی سے واقعہ کے غلط ہونے کا بہ خوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس طرح کی بے بنیاد باتیں وضع کرنے والے مستشرقین کی بڑی تعداد ہے" (سیرت نبوی ﷺ پر اعتراضات کا جائزہ ص ۲۶۱۔۲۶۲)

ڈاکٹر عبد القادر جیلانی رقم طراز ہیں:۔

''یہ حضور ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی صاحبزادی تھیں۔ مغرب ان کے نکاح پر زبان طعن دراز کرتا ہے اور پوری طرح دل کا غبار نکالتا ہے۔ واقعات کو توڑ مڑوڑ کر مغربی ذہن کے عین مطابق پیش کرتا ہے۔ حضرت زینبؓ اپنی بہنوں کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائی تھیں۔ پھوپھی زاد ہونے کی حیثیت سے حضور ﷺ کے لیے اجنبی نہ تھیں۔ اگر مغربی انداز فکر درست ہوتا تو ان سے ابتدائی دور میں ہی رشتہ مناکحت استوار ہو جاتا۔ اس میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ اس کے برخلاف حضور ﷺ نے انکا نکاح حضرت زید بن حارثہ سے کر دیا۔ اس کے لیے حضرت زینبؓ اور ان کے بھائی ذہنی طور پر تیار نہیں تھے، لیکن فرمان نبوی ﷺ کے احترام میں سر تسلیم خم کر دیا۔ حضرت زینب، حجرت زیدؓ اپنا ہم کفو تسلیم نہ کرتی تھیں۔ ذہنی تفاوت نے نباہ مشکل کر دیا۔ حضرت زید نے حضور ﷺ سے شکایت کی، جس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس قسم کی باتوں ہر طلاق نہیں دیا کرتے۔ پھر بھی نباہ نہ ہو سکا تو حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی۔ جس کے بعد حضور ﷺ نے بحکم خداوندی حضرت زینب سے نکاح فرمایا۔ اس نکاح پر حضرت زینب ہمیشہ فخر کیا کرتی تھیں'' (اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر ص ۳۴۸)

مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:۔

''حقیقت یہ ہے کہ صاحب ''تحقیق دین حق'' نے دیدہ دانستہ طور پر اس قصہ کو غلط بیان کیا ہے یا انہوں نے غلط سنا ہے اور غلط فہمی کی بنا پر اعتراض جڑ دیا ہے۔ اعتراض

کی بنیاد یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے حضرت زینبؓ کو جبکہ وہ زید کی زوجیت میں تھی پیغام نکاح بھیج دیا اور چاہا کہ انکی بیوی کو کسی طرح اپنے نکاح میں لے آئیں اس لئے زینبؓ اور انکے بھائی نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ زیدؓ کا غم کرنا اور لوگوں کا تنقید کرنا تو یقینی امر ہی تھا اس لئے زیدؓ اور دیگر کوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے آیات کی تراش خراش ہوئی اس طرح ایک اور بیوی حاصل ہوگئی۔ ظاہر ہے کہ جب یہ بنیاد ہی بالکل بے حقیقت ہے تو اس پر مبنی اعتراض بھی غلط سلط ہے" (ازالۃ الاوھام ج ۲ ص ۲۲۵)

ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:۔

"سو یہ قصہ منافقین کا کذب اور افتراء ہے۔ اہل ایمان کو ہرگز ہرگز اسپر یقین نہ کرنا چاہئے۔ یہ قصہ ملاحدہ اور زنادقہ کے مفریات اور مخترعات میں سے ہے جس کی کوئی سند نہیں جمہور مفسرین نے اس قصہ کا موضوع اور کذب اور فتراء ہونا بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ قصہ بالکل بے اصل اور بے سند اور خلاف عقل ہے" (سیرت مصطفی ص ۲۹۷)

حبیب الرحمٰن اعظمی لکھتے ہیں:۔

"بعض مخالفین اسلام اور اعداء رسول ۔۔۔ نے ایک بے سروپا اسرائیلی روایت کے سہارے حضرت زینب سے متعلقا لنبی الذکی الطاہر ۔۔۔ پر ایک رکیک اور بیہودہ الزام عائد کیا ہے جو روایتا و درایتہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے، تاریخ اسلامی میں اس روایت کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ اس مخترع، ساقط الاسناد اور یکسر باطل روایت کا

حاصل یہ ہے کہ ایک دن آنحضرت حضرت زید کی غیر موجودگی میں ان کے گھر تشریف لے گئے، وہاں حضرت زینب پر آپ کی نظر پڑ گئی اور آپ کا دل ان کی جانب مائل ہو گیا۔۔۔۔۔ سند کے اعتبار سے یہ روایت ساقط الاعتبار ہے ہی از روئے عقل بھی نہایت پوچ اور لغو ہے" (مقالات حبیب ج ۳ ص ۲۵۔۲۶)

عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں:۔

یہاں بعض اہل تفسیر کے قلم کو لغزش ہو گئی ہے، اور بعض ایسے قصے درج کر دیئے ہیں، جو ایک طرف تو نقلاً بے سند ہیں اور دوسری طرف عقلاً بے سر و پا اور شان رسالت کے منافی۔ یعنی نا قابل قبول نہ روایۃ نہ درایۃ، محققین مفسرین نے ای لیے ایسے قصوں کی بلا نقل کئے بھی تردید و تکذیب کر دی ہے۔۔ ماالله مبدیہ۔۔ کی تفسیر محبت وغیرہ سے کرنا جیسا بعض اقوال شاذہ غیر مستند الی الدلیل الصحیح میں ہے، صحیح نہیں۔۔ مسیحی اہل قلم نے خوب خوب اس موقع پر اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کیا ہے" (تفسیر ماجدی ص ۸۶۶)

اہل مسیح کے ساتھ ساتھ خود معترض نے بھی اعتراض مذکور جڑ کر اپنے نامہ اعمال کو بقول عبدالماجد صاحب سیاہی سے لبریز کیا ہے، اور معاندین اسلام کی قے کو بقول عبدالجبار سلفی چبایا ہے[1]۔ آخر میں موصوف کے پیش کردہ مقام پہ خود علماء دیوبند کا تبصرہ پیش کیا جاتا ہے، تاکہ حجت تمام ہو جائے، دیوبندی مولوی رقم طراز ہیں:۔

"اس موقع پر حاطب اللیل مفسرین و مورخین نے جو بے سر و پا اور لغو قصے درج کر

---

[1] مزید تفصیل کے لئے درج ذیل حوالہ جات کی طرف مراجعت کریں، (الشفاء ج 2 ص 168، فتح الباری ج 8 ص 524، تفسیر حقانی ج 6 ص 93، قصص القرآن ج 4 ص 493-498)

دیئے ہیں وہ نقلا اور عقلا ناقابل اعتناء ہونے کے ساتھ شان رسالت کے بھی منافی ہیں۔۔۔۔علاوہ ازیں تخلی فی نفسک کا مصداق بعض مفسرین اگر محبت قرار دیتے ہیں تو پھر ما اللہ مبدیہ کے مطابق اس محبت کا اعلان واظہار کہاں ہوا ہے۔اسی لئے محققین نے اس تفسیر کو درخور اعتناء نہیں سمجھا۔رہ گئے بعض عیسائی اہل قلم، انہوں نے بھی اس موقع پر نامہ اعمال خوب خوب سیاہ کیا ہے۔" (کمالین ج ۵ ص ۱۴۴)

اس کے بعد جو تفسیر عزیزی کا حوالہ پیش کیا تو یہ ترجمہ شاہ ولی صاحب کا ہے اور اس کا جواب ہم اپنی کتاب میں ہی نقل کر چکے تھے (کنز لایمان اور مخالفین ص ۳۴۲۔ ۳۴۳) لہذا موصوف کا یہ کہنا کہ جواب نہیں دیا یہ بات درست نہیں۔شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادرؒ کے ترجمہ کے حوالہ سے ہم دیوبندی حوالہ جات کی روشنی میں یہ بات واضح کر چکے تھے کہ ان تراجم میں تحریفات ہوئی ہیں، پھر ہم نے قاضی مظہر حسین صاحب کا حوالہ بھی پیش کر دیا تھا جس سے شاہ صاحبان و مولانا نقی علی خانؒ کے اس ترجمہ کی وضاحت ہو جاتی ہے اس کے علاوہ مزید گفتگو بھی اس مسئلہ پہ ہم نے کر دی تھی (کنز الایمان اور مخالفین ص ۳۴۱۔ ۳۴۲) باقی جہاں تک حشمت علی صاحب کا حوالہ ہے تو اس پہ عرض ہے کہ فی الوقت کتاب مذکور دیکھنے کا موقع میسر نہیں دوئم یہ ان کا تسامح ہے اور ایسے تراجم کی وضاحت ہم کر چکے تھے (کنز الایمان اور مخالفین ص ۳۳۹)

## تفسیر کبیر کی عبارت کا جواب

اس کے بعد جناب نے تفسیر کبیر کی عبارت کی نقل کی جس میں حضور ﷺ کی طرف

''کافرا'' کی نسبت موجود تھی اس پہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''اس مردود قول کو نقل کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ آخر سارا نزلہ علمائے دیوبند پر ہی کیوں؟ (اعتراضات کا جائزہ ص ۵۰)

وکیل صفائی اپنے اکابر کی محبت میں اس قدر غرق ہو چکے ہیں کہ الفاظ ہمارے جذبات کے اظہار کے لیے ناکافی ہیں۔ کبھی جناب کا قلم حضور ﷺ کی ذات پہ کیچڑ اچھالتا نظر آتا ہے اور کبھی موصوف حضور ﷺ کو ایمان سے بیگانہ ثابت کرنے کی سعی فرومایہ میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ ان حضرات کے ایسے رویے کے متعلق ہی دیوبندی مفتی صاحب یوں پکار اٹھے:۔

''ایک عالم (اشرف علی تھانوی) کے متعلق ایک شخص نے گستاخانہ الفاظ لکھ دیئے تو اس قدر جوش آ گیا۔ تو گویا ان لوگوں کے نزدیک مولانا کی عزت روضہ رسول، کعبۃ اللہ، خلیفہ اسلام، اسلامی سلطنت سے بھی زیادہ ہے۔'' (کفایت المفتی جلد ۹ ص ۴۵۳)

پھر موصوف نے جو عبارت نقل کی ہے یہ اصل میں روافض کا اعتراض ہے، غلام حسین نجفی صاحب یہی اعتراض نقل کر کے لکھتے ہیں:۔

''اس حوالہ کے ذکر کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ جن نواصب نے نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی پر کفر کا فتویٰ دینے سے شرم وحیا نہیں کیا انھیں بے حیا ملاؤں نے شیعان حیدر کرار رضی اللہ عنہ بھی کفر کا فتویٰ لگایا ہے'' (کیا ناصبی مسلمان ہیں ص ۳۰)

ڈاکٹر نور حسین لکھتے ہیں:۔

''وجدک ضالا فھدی کی تفسیر میں فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتا ہے کہ آنحضرت

صلعم بعثت سے اول یعنی چالیس سال کی عمر تک کافر و بت پرست تھے اور یہی اہلسنت کا اصول مذہب ہے" (حقیقت مذہب حنفیہ ص ۱۲)

اسی طرح یہی اعتراض تحقیقی دستاویز کے صفحہ نمبر ۱۷۹ پہ بھی موجود ہے۔ ڈھ گورافضی بھی نے اس سے متعلقہ اعتراض "تجلیات صداقت" صفحہ ۱۲ پہ کیا ہے۔ لہذا بقول عبدالجبار سلفی صاحب ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ یہ تو روافض کی قے ہے جس سے موصوف لطف اندوز ہوئے ہیں، کیونکہ وہ لکھتے ہیں:۔

فقہ اکبر کی جس عبارت پر صاحب مکائد نے اعتراض اٹھایا ہے۔ دراصل یہ اہل تشیع کی قے ہے۔ جو کو مماتیوں نے چاٹا ہے" (تنبیہ الناس ص ۴۱)

محمد ظفر اقبال اس قسم کی سعی نامحمود پہ یوں تبصرہ کرتے ہیں:۔

"پھر مصنف نام ونسب نے اس باب میں کوئی نئی تحقیق نہیں فرمائی بلکہ انہی سابقہ اعتراضات کو اپنے ہم مذہب پیشروؤں مثل مودودی صاحب اور روافض کی کتابوں سے سرقہ کیا ہے جن کے مسکت اور دندان شکن جوابات سے اکابر علمائے اسلام بہت پہلے ہی فارغ ہو چکے ہیں" (سیدنا معاویہ گمراہ کن غلط فہمیوں کا ازالہ ص ۱۷)

پھر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جناب تو دوسروں پہ رفض کے فتوے لگا رہے تھے مگر خود ہی ان کی گود میں جا بیٹھے، گویا کہ:۔

پہنچی وہی پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

خیر اس کا جواب بھی ہم جناب کے گھر سے ہی نقل کئے دیتے ہیں۔ مہر محمد میانوالوی لکھتے ہیں:۔

"نبی کریم ﷺ اور آپکے والدین گمراہ تھے۔ حوالہ مفاتیح الغیب تفسیر کبیر امام رازی کا دیا ووجدک ضالا فھدی کے تحت۔ الجواب:۔ مگر یہ خیانت ہے یہ کلبی اور سدی کا قول ہے جو غیر معتبر اور گمراہ تھے۔ فتح الباری ج ۸ سورہ الحج کی تفسیر میں واقعی متروک لا یعتمد علیہ ج ۸ ص ۲۵۴ کلبی اور سدی کو شیعہ بھی کہا گیا ہے۔ نجم الحسن کراروی نے اپنی تفسیر المتقین کے مقدمہ میں تحریف قرآن کے قائل ۱۴۲ علماء میں کلبی کا نام بھی لکھا۔ یہیں ۵ سطر بعد میں ہے۔

واما الجمهور من العلماء فقد اتفقوا ما كفر على انه عليه السلام ما كفر بالله لحظة کہ آپ نے ایک سکینڈ بھی کفر نہیں کیا۔ پھر ووجدک ضالا فھدی کی تفسیر میں یہ تین قول اسی صفحہ پر لکھے ہیں:۔

۱۔ ابن عباس، ضحاک، حسن بصری اور شہر بن جوشب نے کہا ہے کہ آپ کو نبوتوں کے ستونوں اور شریعت کے قانون سے بے خبر پایا تو ان کی راہ سمجھا دی اللہ کے اس ارشاد سے یہی مراد ہے۔ ما کنت تدری۔۔ ۲۔ آپ اپنی دودھ پیلانے والی ماں سے گم ہو گئے تھے۔۔۔۔۔۔ (۳) آپ علیہ السلام نے خود فرمایا کہ میں بچپن میں دادا عبد المطلب سے گم ہو گیا۔۔ کاش خائن شیعہ جمہور اہلسنت کا مذہب اور ضالا کی تفسیر اسی صفحہ سے نقل کر دیتا تو خود یہ کفر نہ کرتا" (ایمانی دستاویز ص ۲۹۶)

ایسے ہی ابو الحسنین ہزاروی لکھتے ہیں:۔

"محترم قارئین کرام امداد دیجئے میدان دجل کے شاہ سوار اور فاتح اعظم کو جس نے حیا اور غیرت کی تمام حدود کو کراس کر کے اپنے غیظ و غضب کی بھڑاس نکالی۔ ملاحظہ

فرمایئے مذکورہ کتاب کے عکسی صفحہ پر جو عبارت درج ہے وہ یہ ہے۔ اما الجمہور من العلماء قد اتفقوا علی انہ علیہ السلام ما کفر لحظۃ واحدۃ (مذکورہ عکسی صفحہ کی سطر نمبر ۱۵) یعنی جمہور علماء تحقیق اس بات پر پوری طرح متفق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لحظہ (ایک لمحہ) بھی کفر کی حالت میں نہیں گزارا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت سے قبل یا بعد ایک لمحہ بھی ایسا بسر نہیں کیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر یا ہو بلکہ ہمیشہ فرمانبرداری کی راہ پر ہی قائم رہے ہیں۔ اس صفحے پر جو عبارت لکھی ہوئی ہے وہ ہم نے پیش کر دی ہے مگر اس کے برعکس ملت اسلامیہ پر کتنا بڑا بہتان کیسا بھاری افترا ان رافضیوں نے تراش نکالا اور کتنا بڑا جھوٹ ملت اسلامیہ کے ذمہ لگا دیا آپ ہی فرمایئے جو اس قدر شرم و حیا کو بٹہ لگا کر غیظ و دشمنی میں اس حد تک جا پہنچے اس سے کیا توقع رکھی جا سکتی ہے کہ فلاں قسم کا الزام اور جھوٹ وہ ملت اسلامیہ پر نہیں باندھ سکتا۔ ہر دیانت دار شخص جانتا ہے کہ کسی فرد واحد کے ذاتی خیال سے آگاہ کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ بتانے والے یا تمام لوگوں کا خیال اور نظریہ یہی ہے جیسے ممبران اسمبلی کسی قانون پر گفتگو کر کے فیصلہ کرنا چاہیں تو ۵۰۰ میں سے ایک آدمی کا خیال ہو کہ یہ قانون پاس نہ کیا جائے جبکہ ۴۹۹ افراد اس کے حق میں ہوں اب قانون پاس ہو جانے کے بعد بحث کی تفصیل میں لکھا ہوتا ہے کہ فلاں آدمی کا یہ خیال ہے کہ یہ قانون پاس کرنا مفید نہیں تو کون ذی عقل کہے گا کہ چونکہ اس شخص نے یہ کہا لہذا تمام ممبران اسمبلی کا یہی خیال اور رائے ہے کہ یہ قانون مفید نہیں! مذکورہ مقام پر کلبی کا قول اور اس کا خیال امام رازی نے یہ نقل کیا کہ کلبی کا خیال یہ ہے کہ وجدک ضالا

فھدی کا معنی ہے آپ شرع میں توحید سے ناواقف تھے یعنی یہ عقیدہ توحید آپ سے چھپا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی رہنمائی توحید کی طرف کردی (فتح الباری ج ۱ ص ۲۰۴ سورۃ حج کی تفسیر) ارباب علم نوٹ فرمالیں کہ کلبی کوئی معتبر عالم نہیں تھا بلکہ یہ شخص گمراہوں میں سے ایک تھا اہل علم نے اس پر خوب جرح کی ہے چنانچہ فتح الباری میں ہے کلبی وسدی غیر معتبر اور گمراہ تھے۔ وہ کلبی متروک یہ خیال مذکورہ شخص کا ہے نہ کہ صاحب تفسیر اور اہل حق کا۔ جس شخص نے کے قول کو سامنے رکھ کر روافض نے یہ اعتراض داغا ہے اس کلبی کا ذرا مذہبی چہرہ بھی سامنے رکھ لیا ہوتا مگر اتنی ہمت رافضی قلم میں کہاں! جو وہ حقیقت حال سے کسی کو مطلع کرے۔ حضرات محترم نبی کریم ﷺ کی ذات اطہر کے بارے میں یہ ناپاک قول کرنے والا کلبی رافضی العقیدہ کذاب ہے! ارباب علم کے نزدیک اس کذاب شخص کا یہ عقیدہ ہرگز قابل قبول نہیں کلبی سبائی احوال کے لئے کامل ابن عدی ص ۶۵۲ کا مطالعہ فرمائیں۔ لہذا یہ عنوان باندھ کر روافض نے شرمناک خیانت اور بدترین فریب کاری کا مظاہرہ کیا ہے کوئی شریف آدمی ایسی ظالمانہ حرکت پر خاموش نہیں رہ سکتا یقیناً خوف خدا اور فکر آخرت سے بے نیاز لوگوں کے لئے یہ حرکت کوئی عجوبہ نہیں بلکہ اسطرح کی کئی خرافات ایجاد کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اطرح لوگوں کیلئے گمراہی کا دلدل کھونے والے جہنم کی دلدل سے اپنے آپ کو کبھی نہ بچا سکیں گے" (حقیقی دستاویز ص ۳۳۴۔۳۳۵)

کلبی کے متعلق سرفراز صفدر لکھتے ہیں:۔

"کلبی کا حال بھی سن لیجئے اور سدی اس مقام پر الصغیر ہے۔ اس کا حال بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ کلبی کا نام محمد بن السائب بن بشیر ابو النضر الکلبی ہے۔ امام معتمر بن سلیمان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ کوفہ میں دو بڑے بڑے کذاب تھے، ایک ان میں سے کلبی تھا۔ اور لیث بن ابی سلیم کا بیان ہے کہ کوفہ میں دو بڑے بڑے جھوٹے تھے ایک کلبی اور دوسرا اسدی۔ امام ابن معین کہتے ہیں کہ لیس بشئی امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ اور ابن مہدی نے اس کی روایت بالکل ترک کر دی تھی۔ امام ابن مہدی فرماتے ہیں کہ ابو جزءؒ نے فرمایا کہ میں اس بات پر گواہی دیتا ہوں کہ کلبی کاذب ہے" (ازالۃ الریب ص ۳۱۴)

خالد محمود مانچسٹروی رقم طراز ہیں:۔

"رافضی کا جھوٹ ملاحظہ کرنے کے لئے آپ پہلے امام فخر الدین رازی (۶۰۶ھ) کی زبان سے اہل سنت کا عقیدہ شان رسالت سن لیں اس کے بعد آپ ان کے اس عقیدے کو دوسری صدی سے مسلسل کریں۔ امام فخر الدین رازی ماضل صاحبکم و ماغوی پ ۲۷ النجم پر لکھتے ہیں:۔

"ماضل ما کفر و لا اقل من ذلک فما غسق (جلد ۲۸ ص ۲۴۲)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ گمراہ ہوئے۔ نہ آپ سے کبھی کفر صادر ہوا اور نہ آپ کبھی اس سے کم درجہ کی گمراہی میں رہے۔ نہ اندھیرے میں"

"ای ماضل حین اعتزلکم و ماتتعبد عن فی صغرہ

ترجمہ:۔ جب سے آپ نے اپنی صغر سنی میں تم سے اور تمہارے معبودوں سے کنارہ

کشی رکھی۔ کبھی کسی غلط راہ پہ نہیں چلے

فلم یکن اولا ضالا ولا غاویا و صار الا نمنقذا من الضلالۃ مرزدا و ھادیا

ترجمہ: ''آپ (دعوے نبوت سے) پہلے بھی نہ گمراہ رہے نہ کہیں بہکے رہے۔ آپ اب (وحی کے بعد) دوسروں کو گمراہی سے نکالنے والے ہوئے اور رشد و ہدایت کی راہ بتانے والے ہوئے

آپ آگے یہ بھی لکھتے ہیں:۔

''ان اللہ تعالیٰ یصون من یرید ارسالہ فی صغرہ عن الکفر و المعائب القبیحۃ کالسرقۃ و الزنا و اعتیاد الکذب''

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ جسے رسالت کی ذمہ داری دیتے ہیں اسے صغر سنی سے ہی کفر اور قبیح برائیوں سے جیسے چوری، زنا اور جھوٹ بچائے رکھتے ہیں'' (تجلیات آفتاب ج ۱ ص ۸۶)

انبیاء کی طرف ''کفر یا گمراہی'' کی نسبت کرنے کے متعلق مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:۔

''ظاہر ہے کہ یہاں ضلال کا بالمعنی الاول کفر و گمراہی والا مطلب نکالنا خود گمراہی و کفر ہے'' (ازالۃ الاوھام ج ۲ ص ۳۳۴)

ہم جانتے ہیں کہ حوالہ مذکور موصوف کو جز بز ضرور کرے گا، اس لئے علامہ صاحب کی علمی عظمت پہ خود علماء دیوبند کی کتب کی شہادت پیش کی جاتی ہے، تاکہ موصوف غیر معتبر کا راگ الاپنے سے پرہیز کریں، تقی عثمانی لکھتے ہیں:۔

''حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے اس آخری دور میں عیسائی مذہب کی تنقید و تردید کے لئے گویا خاص طور پر چن لیا تھا۔ انہوں نے عیسائیت کے موضوع پر اردو، عربی اور فارسی زبانوں میں اپنی گرانقدر تالیفات کا عظیم ذخیرہ چھوڑا ہے ماضی میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی'' (اعجاز عیسوی ص ۹)

ایسے ہی لکھتے ہیں:۔

''حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ انہی مقدس ہستیوں میں سے ہیں جن کی نظریں ہر زمانے کی تاریخ میں گنی چنی ہوا کرتی ہیں۔ انہوں نے اگر ایک طرف عیسائیت کے تابڑ توڑ حملوں کا دفاع کرنے کے لئے اپنی زبان اور قلم کی توانائیاں وقف کر دیں تو دوسری طرف وہ ہندوستان کو مغربی اقتدار سے آزاد کرانے کے لئے تلوار لے کر بھی نکلے اور دونوں میدانوں میں جہد و غل کی وہ ولولہ انگیز داستانیں چھوڑ گئے جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گی۔'' (بائبل سے قرآن تک ج ۱ ص ۱۷۹)

نیز لکھتے ہیں:۔

''حضرت مولانا کیرانوی نے محسوس فرمایا کہ اس سیلاب کا موثر مقابلہ اس وقت تک نہ ہو سکے گا جب تک پادری فاؤنڈ کے ساتھ کسی مجمع عام میں ایک فیصلہ کن مناظرہ کر کے عیسائیت کی کمر نہ توڑ دی جائے تا کہ عوام کے دلوں میں عیسائیت کا جو خوف مسلط ہونے لگا ہے وہ بالکل دور ہو جائے اور وہ پہچان لیں کہ دلیل و حجت کے میدان میں عیسائیت کے اندر کتنی سکت ہے۔'' (بائبل سے قرآن تک ج ۱ ص ۱۸۵)

ڈاکٹر محمد اسماعیل عارفی یوں علامہ صاحب کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں:۔

"حضرت مولانا رحمت اللہ کیانویؒ ان عظیم دیدہ ور ہستیوں میں سے ہیں جو صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں۔ یہ ان خدامست مجاہدین میں سے ہیں جنکی حیات مستعار کا ہر لمحہ دین متین کی خدمت کیلئے وقف تھا انہوں نے ایک ایسے دور میں حق کا نعرہ بلند کیا اور میدان کارزار میں کودے جب حق کا اظہار خود کو موت کی دعوت دینے کے مترادف تھا۔ سازگار ماحول میں خدمت دین کا کام کرنا بھی قابل قدر ہے لیکن جب اسلامی سیاست کا شیرازہ بکھر چکا ہو، زمام اقتدار مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر کفار کے ہاتھ میں جا چکی ہو اور وہ کفار غلبہ و فتح کے نشے میں بدمست ہاتھی بن کر ظلم و ستم کا بازار گرم کر رہے ہوں ایسے وقت میں دین اسلام کا دفاع کرنا، اثاثہ محمدی ﷺ کی حفاظت کرنا، اپنی زبان و قلم سے دشمن کے ٹھکانوں پر تابڑ توڑ حملہ کرنا، احقاق حق اور ابطال باطل کیلئے اپنا خون تک پیش کرنا بلاشبہ ایک قابل رشک اور لائق فخر سعادت ہے" (ازالۃ الاوھام ج ۱ ص ۴۵)

ابوبکر غازی پوری لکھتے ہیں:۔

"البتہ غیر مقلدین کے ایمان کے لئے بھلا یہ ہوتا کہ اس لفظ کافر کو اپنے ہی لئے پسند کرتے کسی دوسرے مسلمان کیلئے اور خاص طور پر حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے اس کا استعمال نہ کرتے، کسی نبی کے لئے اس لفظ قبیح کا استعمال انتہائی جرات، انتہائی بے غیرتی اور انتہائی بددینی اور انتہائی گستاخی ہے" (غیر مقلدین کی ڈائری ص

۶۲۔ ۶۳)

یعنی کسی نبی کی طرف لفظ کافر کی نسبت کرنا، بے غیرتی اور بددینی ہے۔ اب کرتے ہیں کہ ہمارے معاند ہمت فرماتے ہوئے یہ فتویٰ امام رازی پر لگا

سے نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

عبدالحق حقانی لکھتے ہیں:۔

"بعض گمراہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گمراہ کہنے میں اس لفظ سے استدلال بڑی جرات کی ہے۔ اگر نادانستگی ہے تو خیر اور اگر اگر متعصب عیسائیوں اور عناد اور آفتاب پر گرد و غبار ڈالنا مقصود ہے تو بڑا کمینہ پن اور دارین کی رو

"(تفسیر حقانی ج ۵ ص ۲۰۷)

صوفی عبدالحمید سواتی لکھتے ہیں:۔

"ایک معنی تو وہی ہے یعنی گمراہ کافر وغیرہ۔۔۔ یہ معنی پیغمبر کی ذات والا پر گز عائد نہیں ہوتا۔ نبی کی ذات پر کفر، شرک زندگی کے کسی بھی مرحلے پر

"(تفسیر معالم العرفان ج ۲۰ ص ۳۴۴)

پھر مزے کی بات یہ ہے کہ خود موصوف نے علامہ فخر الدین رازی سے نقل کیا ہے

"جمہور کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لحظہ کے لئے بھی کفر نہیں کیا" (آ

کے تراجم پہ اعتراضات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ص ۱۱)

اور مفتی رشید احمد لدھیانوی لکھتے ہیں:۔

''علاوہ ازیں یہ امر مسلم ہے کہ کوئی کتنا ہی بڑا محقق جمہور کے خلاف قول کرے تو اس کا اتباع جائز نہیں، مسلک جمہور ہی کا واجب الاتباع ہے'' (احسن الفتاوی ج ۴ ص ۱۸۷)

مہر محمد میانوالوی لکھتے ہیں:۔

''اہل سنت والجماعت ۹۷ فیصد مسلمانوں کا متوارث مذہب ہے جو عقیدتاً سلف و خلف سے منقول ہوتا چلا آرہا ہے۔ اگر کوئی ذہین وطباع شخص سلف کی راہ سے ہٹ کر خود آرائی اور آزاد خیالی سے مذہب کی تعبیر کرتا ہے، وہ مستند نہیں ہے'' (معراج صحابیت ص ۱۴۳)

سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:۔

''لہذا جمہور کا ساتھ چھوڑ کر ایسے نظریات میں ان کا ساتھ نہیں دیا جا سکتا، حق جمہور کے ساتھ ہی ہے'' (سماع الموتی ص ۱۳۸)

ہوسکتا ہے موصوف آخر میں یہ تاویل کریں کہ ہم نے اس قول کو مردود لکھا ہے، تو عرض ہے کہ اگر یہ قول مردود ہی تھا تو آخر استدلال کا مقصد کیا تھا؟ آخر اسے پیش ہی کیوں کیا گیا؟۔ پھر یہ کہنا کہ ہم فون کال پہ لاجواب ہو گئے تھے اور یہ کہا کہ اگر دیوبندی ہوا تو فتویٰ لگاؤں گا، درست نہیں۔ اس لئے کہ ہم کہا تھا کہ پہلے آپ سکین پیش کریں، پھر ہم عرض کریں گے۔ دوئم جب بحث تحریری ہے تو موصوف کو اسے تحریر تک محدود رکھنا چاہئے، اگر اتنا شوق ہے تو ہماری کال اٹھائیں، جبکہ ہم احباب کے سامنے موصوف کا ہماری کال نہ اٹھانا پیش کر چکے ہیں، اس لئے گھر بیٹھ کر تیاری کے ساتھ کال فرما کر خود

کو محقق سمجھنا یہ موصوف کا ہی خاصہ ہے۔

## اصول مفروضوں پہ قائم نہیں ہوتے

عنوان بالا قائم کر کے موصوف لکھتے ہیں:۔

"بریلویوں نے یہ نرا اصول نکالا ہے کہ چونکہ دیوبندیوں کے عقائد گستاخانہ ہیں اس لئے یہ جو کہیں گے وہ گستاخی ہوگی ہمارے عقائد گستاخانہ نہیں لہذا ہم جو کہیں گے وہ درست ہوگا" (اعتراضات کا جائزہ ص ۵۰)

موصوف کو یوں تو گلہ ہے کہ ہم نے گندم کا جواب چنا دیا ہے مگر جناب تو خود اس سے بھی دو قدم آگے ہیں۔ پہلے موصوف اپنے ذہن میں ایک اختراع سوچتے ہیں پھر اسے الفاظ کا جامہ پہنا کر ہمارے سر منڈھ دیتے ہیں اور پھر تردید فرما کر اپنے حواریوں سے داد و تحسین کے ڈونگرے وصول کرتے ہیں۔ وکیل صفائی نے جو اصول اہلسنت سے منسوب کیا ہے وہ ہرگز نہ تو ہماری کسی کتاب میں ہے اور نہ ہی ہمارا موقف ہے۔ فی الحال عمومی گفتگو سے گریز کرتے ہوئے ترجمہ کے حوالہ سے چند معروضات پیش کی جاتی ہیں۔ تقی عثمانی لکھتے ہیں:۔

"تفسیر قرآن کے سلسلے میں دوسری عظیم گمراہی یہ ہے کہ انسان اپنے ذہن میں پہلے سے کچھ نظریات متعین کر لے اور پھر قرآن کو ان نظریات کا تابع بنانے کی فکر کرے" (علوم القرآن ص ۹۴)

شاہد سہارنپوری لکھتے ہیں:۔

"اصلاح ترجمہ دنذیریہ، ڈپٹی نذیر احمد صاحب قرآن پاک کے ترجمہ میں اکثر

مقامات پر اپنی غلطیاں کی ہیں جن سے مسائل شرعیہ اور مسائل اسلامیہ میں دھوکہ ہوتا ہے" (فتنہ مودودیت ص ۲۰)

اخلاق حسین قاسمی لکھتے ہیں:۔

"مولانا احمد رضا خان صاحب نے اپنے مبتدعانہ خیالات کے لئے ضعیف روایات اور صوفیانہ اشارات کو ماخذ بنایا ہے اور پھر اپنے خیالات کے مطابق قرآن کریم ڈھالنے کی نہایت بھدی کوشش کی ہے" (بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ ص ۱۳۲)

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوئی کہ ترجمہ وتفسیر میں اپنے نظریات کو گھسیڑا جا سکتا ہے اور ہمارے اکابر نے اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے دیوبندی تراجم پہ تنقید کی ہے، لہذا تراجم کی اغلاط پہ اگر کوئی سخت گفتگو ہے تو اس کی وجہ دیوبندی عقائد ہیں ۔پھر جو ترجمہ سے ہٹ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بے خبر اور نادان کہیں تو ان کے ترجمہ پہ گرفت ان کے عقیدہ کے پیش نظر ہی ہوگی۔ اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:۔

"سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بے خبر اور نادان" (تقویۃ الایمان ص ۳۲)

لہذا جو ترجمہ سے ہٹ کر ایسے الفاظ استعمال کریں تو ترجمہ میں گرفت اسی بنیاد پہ ہے ۔جس پہ کئی حوالہ جات کنز الایمان اور مخالفین میں موجود ہیں، مگر موصوف ان تمام حوالہ جات کو زاغ کا شور بہ سمجھ کر نوش کر گئے ۔المختصر اہلسنت کا یہ اصول ہرگز نہیں جو موصوف نے ہم سے منسوب کیا ہے۔ اس کے بعد سعید احمد اسد صاحب کا حوالہ پیش کیا، جس پہ عرض ہے کہ جب یہ اصول ہی ہمارا نہیں تو ہم پہ اعتراض بھی درست نہیں۔

اس کے بعد جناب نے جواویسی صاحب کا حوالہ نقل کیا کہ ''دیوبندی حضرات نے یہ ترجمہ اس لئے کیا تھا کہ ان کے نزدیک چالیس سال سے قبل حضور نبی نہ تھے اور حضور ﷺ کو یہ بھی نہ پتہ تھا کہ آپ کو نبوت ملے گی'' پھر اس حوالہ سے سیالوی صاحب پر تنقید کی جبکہ عرض ہے کہ سیالوی صاحب کا یہ ہرگز نظریہ تھا کہ حضور ﷺ کو اپنے نبی ہونے کا علم نہ تھا۔ آپ دوٹوک فرماتے ہیں:۔

''روایات میں موجود ہے کہ آپ نے پیدا ہوتے ہی رب امتی رب امتی کہا۔ لہذا آپ ﷺ کو پتہ ہے کہ میں نبی بننے والا ہوں'' (فتاویٰ اشرف العلماء ج ۲ ص ۱۳۶)

اس عبارت مذکورہ بالا سے یہ واضح ہوا کہ سیالوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ نظریہ تھا کہ آپ ﷺ کو علم تھا کہ آپ نبی بنائے جائیں گے، لہذا اعتراض ساقط ہوا۔

## جاھلا کی نسبت حضور ﷺ کی طرف

اس کے بعد موصوف نے ملاں علی قاری کی عبارت پیش کی کہ ان کی عبارت میں جاھلا کی نسبت کی گئی ہے، حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

''واجتن بشیء ذلک و ھجر من العبارۃ مایقبح کلفظۃ الجھل والکذب والمعصیتہ'' (شرح شفاء ج ۲ ص ۴۶۵۔۴۶۶)

ایسے ہی موجود ہے:۔

''ولا یقول بجھل لقبح اللفظ و بشاعتہ'' (شرح شفاء ج ۲ ص ۴۶۶، نسیم الریاض ج ۴ ص ۴۳۸)

## الزامی جوابات

جناب کی پیش کردہ عبارت کے متصل موجود ہے:۔

"و من قوله عليه الصلاة و السلام ولم يكذب ابراهيم الا ثلاث كذبات و مفهومه انه كذب" (شرح شفاء ج ۲ ص ۴۶۶)

اس عبارت میں ملا علی قاری نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف کذب کی نسبت کی ہے، اور مہر محمد میانوالوی لکھتے ہیں:۔

"جھوٹ واقعی برا عیب ہے۔ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں جھوٹ اور تقیہ کا الزام انبیاء اور معصومین پر مانا اور لگایا جائے تو دین کا کوئی مسئلہ صحیح ثابت نہیں ہو سکتا" (ایمانی دستاویز ص ۳۳۵)

پھر ملاں علی قاری نے صاحب شفاء کی عبارت کی تائید کرتے ہوئے لکھا:۔

"ای ترک۔۔ ظاهره" (شرح شفاء ج ۲ ص ۴۶۶)

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے حوالہ سے صاحب شفاء نے لکھا:۔

"لا يقول بجهل يقبح اللفظ و بشاعته" (ایضا)

ملاں علی قاری نے اس کی واضح تائید کی ہے اور عبدالحق خان بشیر لکھتے ہیں:۔

"علامہ آلوسی کے اس واضح نظریہ سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بندیالوی صاحب ان کی اجمالی عبارت سے عوام کو کس قدر دھوکہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں" (علمائے دیوبند عقیدہ حیات النبی اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی ص ۸۵)

عبدالقدوس خان قارن لکھتے ہیں:۔

''حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ کسی عبارت کا مفہوم اس کی واضح عبارات میں بیان کئے گئے مفہوم کے مطابق لیا جاتا ہے'' (اظہار الغرور ص ۳۰)

سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:۔

''قارئین کرام! انصاف فرمائیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی خود اپنی اسی مفصل عبارات اور تصریحات کی موجودگی میں ان اکی کسی مبہم اور مجمل عبارت سے یہ ثابت کرنا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قیامت تک ہونے والے امور کا علم ثابت کرتے ہیں کتنا بڑا ظلم ہے'' (اتمام البرہان ص ۴۵۱)

ان تمام مندرجہ بالا حوالہ جات کا خلاصہ یہی ہے کہ مجمل عبارات کے مقابلے میں مفصل عبارت حجت ہوتی ہے، اور ہم نے ملاں علی قاری کی مفصل عبارت سے جہل کی نسبت کی تردید ثابت کردی۔

## کیا ہم نے تراجم پہ فتوے لگائے؟

موصوف نے اپنے اس مختصر مضمون میں بارہا دو مختلف ابحاث کو خلط ملط کیا ہے۔ ایک مسئلہ ہے کسی نفس ترجمہ کا درست یا غلط ہونا ہے، اور دوسرا اس ترجمہ پہ حکم ہے۔ جہاں تک اول الذکر کی بات ہے تو یہ ترجمہ کوئی کرے وہ غلط ہے اس میں بریلوی دیوبندی کی کوئی تخصیص نہیں، اور موصوف نے آخر تک اس حوالہ سے کچھ خاص بحث نہیں کی، ان کا سارا زور آخر الذکر بحث پہ رہا مگر جناب نے ہمارے دیئے حوالہ جات کو نظر انداز کر کے اپنی اختراع کو ہمارے سر لگا کر خود مناظر بننے کی سعی ناکام سرانجام دی، ہم نے بڑی تفصیل سے اس بات کی وضاحت کی تھی کہ اگر کسی نے ایسا ترجمہ کیا ہے

جو اشتباہ پیدا کرتا ہے تو وہ درست نہیں اب چاہے مترجم سنی ہو یا دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھے کوئی فرق نہیں پڑتا اور اس بنیاد پہ کسی نے تکفیر نہیں کی۔ موصوف نے جو اویسی صاحب کی عبارت پیش کی ان میں ترجمہ کی وجہ سے شبہات پیدا ہونے کا تذکرہ ہے، اور نفس ترجمہ پہ تنقید ہے۔ اب وہ کسی کا ہو درست نہیں۔ لیکن کسی کی محض ترجمہ کی بناء پہ تکفیر ممکن نہیں۔ اور النجوم الشہابیہ کی تنقید کی بنیاد دیوبندی عقائد ہیں جس پہ ہم ان کی عبارات اپنی کتاب ''کنز الایمان اور مخالفین'' میں پیش کر چکے ہیں اور اوراق آئندہ بھی اس بحث سے متزین نظر آئیں گے۔

## اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی فوقیت

موصوف کو اس بات پہ کافی اعتراض ہے کہ ہم نے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی فوقیت پہ گفتگو کیوں کی، جبکہ عرض ہے کہ ہمارے علماء نے اگر موصوف کے اکابر کے تراجم پہ تنقید کی ہے تو یہ واضح کرنے کے لئے کہ ان غلط تراجم کی موجودگی میں صحیح ترجمہ کنز الایمان ہے، اور ان پہ اسے فوقیت حاصل ہے۔ اب جہاں تک زیر بحث آیت میں آپ کے ترجمہ کی فوقیت کے متعلق بحث ہے تو شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

''جب حضرت جوان ہوئے قوم کے مشرکانہ اطوار اور بیہودہ رسم وراہ سے سخت بیزار تھے اور قلب میں خدائے واحد کی عبادت کا جذبہ پورے زور کے ساتھ موجزن تھا۔ عشق الٰہی کی آگ سینہ مبارک میں بڑی تیزی کے ساتھ بھڑک رہی تھی، وصول الی اللہ اور ہدایت خلق کی اس اکمل ترین استعداد کا چشمہ جو تمام عالم سے بڑھ کر نفس قدسی میں ودیعت کیا گیا تھا اندر ہی اندر جوش مار رہا تھا، لیکن کوئی صاف کھلا ہوا راستہ او

مفصل دستور العمل بظاہر دکھائی نہ دیتا تھا جس سے اس عرش و کرسی سے زیادہ وسیع قلب کو تسکین ہوتی۔ اسی جوش طلب اور فرط محبت میں آپ بے قرار اور سرگرداں پھرتے اور غاروں اور پہاڑوں میں جا کر مالک کو یاد کرتے اور محبوب حقیقی کو پکارتے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے غار حرا میں فرشتہ کو وحی دیکر بھیجا اور وصول الی اللہ اور اصلاح خلق کی تفصیلی راہیں آپ پر کھول دیں۔ تنبیہ:۔ یہاں ''ضالا'' کے معنی کرتے وقت سورہ یوسف کی آیت قالوتاللہ انک لفی ضلالک القدیم کو پیش نظر رکھا جائے'' (تفسیر عثمانی ص ۷۹۷)

مولانا رحمت اللہ کیرانوی لکھتے ہیں:۔

''اور کبھی یہ لفظ محب اور عاشق کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے آیت قرآنی انک لفی ضلالک القدیم میں یہی معنی مراد ہے یعنی بے شک آپ تو اسی پرانے خبط میں مبتلا ہیں۔ اور محبت کرنے والے پر ضال کا اطلاق ہونا اس وجہ سے ہے کہ وہ خود کو اور اپنے اختیار کو گم کر بیٹھتا ہے اور اعتدال کے راستے پر چل نہیں پاتا اور یہ استعمال بھی کثرت سے آیا ہے'' (ازلۃ الاوھام ج ۲ ص ۳۳۷)

مفسر عثمانی نے اس آیت کی تشریح کی وضاحت قرآن سے کی ہے، جو تفسیر قرآن بالقرآن کے زمرے میں ہے، ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں:۔

''جب مفسرین کوئی ایسی آیت دیکھتے جس کے معنی و مفہوم کے فہم و ادراک میں دوسری آیت سے مدد لینی ہو تو وہ اکثر یہ قول دہراتے کہ ''قرآن اپنی تفسیر آپ ہے'' تفسیر قرآن کا موزوں ترین طریق یہی ہے کہ امکانی حد تک قرآن کی تفسیر خود قرآن ہی

سے کی جائے" (علوم القرآن ص ۳۸۴)

لہذا اعلیٰ حضرت کا ترجمہ موزوں ترین ہے اور اسے دیگر تراجم پہ فائق ہے۔ اس کے بعد جناب کا لفظ قیل کو علم تفسیر میں ضعف پہ دال ماننا بلا دلیل ہے ایک دعویٰ ہے اور دیوبندی ترجمان لکھتے ہیں:۔

"وہ بھی ایک دعویٰ ہے اور ہر دعویٰ کو دلیل کی ضرورت ہے" (سیدنا معاویہ اور طائفہ ھادیہ ص ۲۰۱)

پھر سرفراز خان صاحب لکھتے ہیں:۔

"بلا کسی واضح دلیل کے لفظ قیل کو ضعف کو پر محمول کرنا ہرگز صحیح نہیں" (تفریح الخواطر ص ۱۹۸)

اس لئے موصوف کا بغیر دلیل کے اسے ضعف پہ محمول کرنا درست نہیں، جب اس کی تائید خود قرآن سے ہوتی ہے۔ پھر موصوف لکھتے ہیں:۔

"علامہ ماوردی نے اس آیت کی تفسیر میں انیس قول اقوال ذکر کیے، خان صاحب بریلوی کی توجیہ کو سب سے آخر میں جگہ دی" (اعتراضات کا جائزہ ص ۵۴)

موصوف کے طرز استدلال بھی نرالے ہیں، جن کے مطالعہ کے بعد بے ساختہ زبان پہ یہ مصرع جاری ہو جاتا ہے کہ:۔

"اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی"

جناب کا قلم اپنے قارئین کو یہ باور کرانے کے درپے ہے کہ علامہ ماوردی نے ضعف کے سبب آخر میں اس قول کو نقل کیا، اگر آخر میں قرآن مجید کی تفسیر میں مفسرین کا کسی

قول کو جگہ دینا موصوف کے نزدیک اس کی تضعیف کے مترادف ہے تو لامحالہ سب سے اول میں نقل کیا جانے والا قول جناب کے اصول سے نہ صرف درست بلکہ اصح ترین ہوگا، اگر اس اصول کو سامنے رکھا جائے تو تفسیر کبیر میں "ضالاً" کی بحث کے تحت جس قول میں کفر کی نسبت موجود ہے، اسے سب سے اول نمبر پہ نقل کیا گیا ہے (تفسیر کبیر ج ۳۱ ص ۲۱۶)

لہذا جناب کے اصول سے یہ قول معاذ اللہ اصح قرار پایا، جبکہ خود موصوف اسے مردود قرار دے چکے ہیں، لہذا نقل ترتیب سے استدلال خود ہمارے معاند کے اصول سے باطل ہے۔

## مطالعہ بریلویت

ہم نے مطالعہ بریلویت سے یہ الفاظ نقل کئے تھے کہ اعلی حضرت کا ترجمہ نرم ہے موصوف کہتے ہیں کہ ایسا طنزا کہا گیا ہے۔ جناب آپ کی نقل کردہ عبارت ہی آپ کی اس تاویل کا ازالہ کرتی ہے۔ کیونکہ اس جگہ ترجمہ کو نرم تسلیم کر کے مزید اعتراض کیا گیا ہے جس کا جواب ہم نے اسی جگہ عرض کر دیا تھا۔

## ذو معنی الفاظ کی بحث

ذو معنی الفاظ کے سلسلہ میں ہم نے حوالہ جات سے یہ ثابت کیا تھا کہ عرف عام میں "محبت میں خود رفتہ" کے الفاظ گستاخی نہیں جبکہ بے خبر، بھٹکنا سے حضور ﷺ کی کیفیت تعبیر کرنا مناسب نہیں اس لئے امام اہلسنت کا ترجمہ ہی بہترین ہے۔ مہر محمد میانوالوی لکھتے ہیں:۔

مشترک اور ذوالوجوہ لفظ کے معنی محل وقرینہ کے لحاظ سے متعین ہوتے ہیں" (تحفۃ الاخیار ص ۱۸)

یعنی سیاق وسباق سے ایسے الفاظ کے معنی کا تعین کیا جائے گا۔ اس لئے بالفرض تسلیم یہ لفظ ذو معنی بھی ہو تب بھی وہاں سیاق وسباق میں صراحت ہے کہ یہ محبت میں خود رفتگی محمود ہے کیونکہ اس کا نتیجہ ہدایت ہے۔ پھر ہم نے ابوایوب صاحب کے حوالہ سے اس کی توضیح پیش کی تھی، جناب اس کا جواب دینے سے بھی قاصر رہے۔

## جلالین کے حوالہ کا جواب

آخر میں جو موصوف نے جلالین کا حوالہ پیش کیا، اس کی شرح میں دیوبندی مولف لکھتے ہیں:۔

"تفصیلی احکام اور اصول کا علم نہ تھا کہ پروگرام کو آگے بڑھاتے" (کمالین ج ۷ ص ۷۲۸)

پھر موصوف نے تھانوی صاحب کے ترجمہ کی بنیاد جلالین کے قول کو قرار دیا، اگر صاحب جلالین کا یہ قول قبول وحجت ہے تو ہم امید کرتے ہیں موصوف ان کے دیگر مواقف سے بھی متفق نظر آئیں گے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

## حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کا علم تھا

فیطلعه علی غیبیه کما اطلع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی حال المنافقین "(تفسیر جلالین زیر تحت سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۷۹)

اس کا ترجمہ دیوبندی مفتی صاحب یوں کرتے ہیں:۔

''اور اپنے غیب پر مطلع کر دیتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کے حال سے باخبر کر دیا'' (کمالین ج ۱ ص ۴۸۱)

اور سرفراز کے مطابق اس قول سے علم ماکان ویکون تسلیم کرنا لازم آتا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:۔

''ظاہر ہے کہ مدینہ طیبہ کے جن منافقین کا ذکر یہاں کیا گیا ہے ان کا نفاق اور ان کے دوسرے ظاہری اور باطنی احوال سب ہی علم غیب اور جمیع ماکان و مایکون سے ہیں'' (ازالۃ الریب ص ۳۰۴)

واقعہ غرانیق

''ایک مرتبہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کی ایک مجلس میں سورہ نجم کی تلاوت کرتے ہوئے افرایتم اللات والعزی ومنوۃ الثالثۃ الاخریٰ کے بعد غیر شعوری طور پر تلک الغرانیق العلی وانا شفاعتھن لترتجی بھی تلاوت کر دی جو شیطان کی طرف سے اضافہ تھا تو کفار بہت خوش ہوئے'' (کمالین جلد ۴ ص ۲۱۴)

## اصل بحث سے فرار

قارئین بحث کا تعلق موصوف کے اکابرین کے ترجمہ سے تھا، موصوف ایک بھی ایسا حوالہ نہ پیش کر سکے، جس سے بھٹکنے کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرنے کا جواز ہو، یا شریعت سے مطلقاً بے خبری کا ثبوت ہو، اس لئے نفس گفتگو سے پرہیز کرتے ہوئے جناب نے فقط غیر متعلقہ گفتگو سے ہی اوراق سیاہ کئے۔

## مغفرت ذنب

آیت زیر بحث میں ذنب کا ترجمہ گناہ کرنا ہمارے نزدیک درست نہیں، مگر ذنب

کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرتے ہوئے تاویلی ترجمہ کرنا گستاخی نہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم وکیل صفائی کے تبصرہ پہ کچھ اپنی معروضات پیش کریں ہم دوبارہ اس بات کا تذکرہ کئے دیتے ہیں کہ فقط لفظی ترجمہ کی بناء پہ کفر کا فتویٰ ہرگز ممکن نہیں اور نہ ہی جمہور اہلسنت نے محض اس بناء پہ کسی کی تکفیر کی ہے، اس آیت کے حوالے سے دو باتیں قابل ذکر ہیں۔ پہلی یہ کہ مذکورہ آیت میں ذنب کا ترجمہ گناہ کرنا درست نہیں دوئم ذنب کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرتے ہوتا ویلی ترجمہ کرنا گستاخی نہیں۔

## ذنب کا ترجمہ گناہ کرنا

قاضی مظہر حسین لکھتے ہیں:۔

"اس کے ترجمہ میں انہوں نے احتیاط سے کام نہیں لیا۔ چنانچہ انہوں نے لفظ ذنب کا ترجمہ لفظ گناہ سے کیا ہے تا کہ پڑھنے والے کے ذہن میں یہ بات آئے کہ حضرت یونس علیہ السلام سے اس معاملہ میں کوئی گناہ ہوا تھا" (علمی محاسبہ ص ۳۱)

یہی قاضی صاحب لکھتے ہیں:۔

"یہاں دونوں ترجمین نے لفظ "ذنب" کا ترجمہ گناہ لکھا ہے، حالانکہ امام الانبیاء و المرسلین کی طرف گناہ کی نسبت نہیں کی جا سکتی ہے" (بشارت الدارین ص ۱۵۸)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوئی کہ ایک تو اس ترجمہ سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ آیا انبیاء سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے، دوئم گناہ کی نسبت ترجمہ میں کرنا بھی درست نہیں، اسی قسم کی تنقید وکیل صفائی کی طرف سے بھی نقل کی گئی تھی:۔

"مسلمانوں! غور فرمائے! دیوبندیوں اور نجدی وہابی مولویوں کے تراجم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے بھی گناہگار تھے" (فیصلہ کیجئے بحوالہ کنز الایمان نمبر ۲۳۵)

یہ دونوں تبصرے ایک دوسرے کے موافق ہیں کہ جن کے مطابق ذنب کا ترجمہ گناہ کرنا درست نہیں۔ اب یہ ترجمہ کوئی بھی کرے بریلوی ہو یا دیوبندی درست نہیں۔ عبدالرازاق بھترالوی لکھتے ہیں:۔

جن تراجم میں عصمت انبیاء کا لحاظ نہیں کیا گیا یعنی جن میں لفظ، خطائیں، کوتاہیاں، قصور کے الفاظ کو استعمال کیا گیا ہے وہ سب مردود و باطل ہیں خواہ کسی بریلوی کے ہوں یا دیوبندی کے، بڑے کے ہوں یا چھوٹے کے۔ عصمت انبیاء پر جس تحریر سے حرف آئے وہ کسی طرح قابل قبول نہیں۔ (عصمت انبیاء ص ۶۹)

لیکن فقط ترجمہ کی بناء پہ تکفیر ممکن نہیں۔ ڈاکٹر زبیر صاحب نے ذنب کا ترجمہ گناہ کیا اور اس سے مراد خلاف اولیٰ کو لیا اور اس پہ جب یہ سوال ہوا کہ آپ کی تکفیر ممکن ہے یا نہیں تو مفتی عبدالمجید سعیدی صاحب لکھتے ہیں:۔

"ان حضرات نے یہ اقدام کر کے اگرچہ کئی بہت بڑی مذہب کش، علمی اور تحقیقی اغلاط کا ارتکاب کر کے بہت برا کیا ہے، تاہم ترجمہ ہذا پر محض اس اعتراض کی بنیاد پر ان پر حکم کفر لگانا اور ان کی تکفیر و تضلیل یا تفسیق کرنا شرعاً درست نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں تکفیر و تضلیل کی کوئی صحیح، شرعی، معیاری وجہ نہیں پائی جاتی" (احمد البیان ص ۶۲)

ایسے ہی مسئلہ ہذا کی نوعیت پہ گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

پیش نظر مسئلہ کا تعلق قسم ثالث سے ہے کیونکہ سورہ فتح کی زیر بحث آیت کی تفسیر میں خود علماء و محققین کا سلفا خلفا اختلاف ہے اس لیے اگر اس حوالہ سے علامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب کی تکفیر و تضلیل صحیح ہو تو ان اسلاف کی بھی تکفیر و تضلیل لازم آئے گی اور وہ بھی کافر و گمراہ قرار پا جائیں گے۔۔۔۔ جو کسی طرح صحیح نہیں (احمد البیان ص ۶۴)

ایسے ہی لکھتے ہیں:۔

رہے صاحبزادہ صاحب؟ واگرچہ انہوں نے "ذنبک" کی بحث میں کئی علمی ٹھوکریں کھائی ہیں اور اپنے اس متنازعہ فیہ لیکچر کے اواخر میں پریشان ہو کر نہایت کمزور، مبہم، جارحانہ اور گنجلک انداز گفتگو اختیار کیا ہے س سے ایک عام قاری یا سامع کے ذہن میں یہ آتا ہے کہ وہ لفظ گناہ کو معروف معنی میں لیکر اسے حضور سید عالم ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نسبت دے رہے ہیں جو ایک بہت بری کمزوری ہے لیکن اس بناء پر بھی ان کی تکفیر و تضلیل درست نہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ، علی الاطلاق اور بمعنی معروف لفظ گناہ کی نسبت ذات پاک حضور صاحب لولاک ﷺ سے درست ہے بلکہ اس بناء پر کہ صاحبزادہ موصوف نے اس بحث کو چھیڑنے سے پہلے اپنے اس لیکچر کے اوائل نیز اس بحث کے ضمن میں کئی بار، نیز اپنی کئی تحریرات میں اس کی وضاحت کر دی ہے کہ یہاں لفظ گناہ سے مراد بمعنی معروف گناہ نہیں بلکہ وہ اس مقام پر خلاف اولیٰ اور ترک افضل کے معنیٰ اور "حسنات الابرار سیئات المقربین"، قبیل سے نیز حضور اقدس ﷺ کے شایان شان اور آپ کے

حسب مقام ہے" (احمد البیان ص ۶۷)

اس تمام وضاحت سے یہ بات کھل کے سامنے آ گئی کہ محض ترجمہ کی بناء پہ تکفیر ممکن نہیں ،اور اگر کسی نے اسے کفریات میں شمار کیا ہے تو اس کی وضاحت ہم اوراق سابقہ میں بھی کر چکے کہ وہ ان کے عقائد کے پیش نظر کہا گیا ہے، کیونکہ ان حضرات کی تحریرات سے لفظی تراجم کے حقیقی مفاہیم کو تقویت ملتی ہے۔ ایسے ہی علامہ گردیزی رقم طراز ہیں:۔

"قرآن حکیم میں وہ تین مقامات جہاں پر "ذنبک" آیا ہے۔ علماء تفسیر نے اس میں "ک" ضمیر سے مراد حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو لے کر "ذنب" کا انتساب آپ کی طرف کیا ہے اور ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ سلف کا ان کلمات میں تفسیر کا ایک طریقہ یہ بھی رہا ہے" (الذنب فی القرآن ص ۱۳۶)

ایسے ہی علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ نے ذنب کی نسبت حضور ﷺ کی کرتے ہوئے ترجمہ خلاف اولیٰ کیا تو اس کے متعلق لکھا:۔

"یہ بات یاد رہے کہ ہم مولانا سعیدی کی تکفیر نہیں کرتے" (الذنب فی القرآن ص ۲۶)

لہذا اس ساری تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ محض ذنب کی نسبت کرنا بمعنی خلاف اولیٰ کرنا ہرگز گستاخی نہیں۔ موصوف کے جوابی تبصرہ پہ کچھ عرض کرنے سے قبل اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اس بحث میں موصوف نے ہمارے نقل کردہ کئی حوالہ جات کا جواب نہیں دیا ہم نے واضح کیا تھا کہ مترجم کی مراد اس کے عقیدہ کے مطابق لی

جائے گی، اس پہ سرفراز صفدر کی کتاب اتمام البرھان کے صفحہ نمبر ۱۸ سے حوالہ دیا گیا تھا، مگر موصوف نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ابو ایوب صاحب کی تصفیۃ العقائد کے متعلق تاویل نقل کر کے اس کا ازالہ کیا گیا تھا موصوف نے اس پہ سکوت اختیار کیا گئے، پھر یہ بات بھی قابل دید ہے کہ دوسروں پہ پھبتیاں کسنے والے صاحب کی اپنی علمی یتیمی ہمارے قارئین پہ واضح ہو چکی ہے، موصوف نے ہمارے ٹھوس اور مظبوط دلائل پہ تو تبصرہ کرنے کی جرات نہیں کی، بس اختراعی خیالات کو ہمارے ذمہ لگا کر خود مناظر بننے کی سعی ناکام سرانجام دی، خیر جناب رقم طراز ہیں:۔

''ہم نے النجوم الشہابیہ سے، ۲۔ فیصلہ کیجئے، ۳۔ مناظرہ گستاخ کون؟۔ ۴، محاسن کنز الایمان کے حوالے پیش کیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ذنب کی حقیقی نسبت یعنی گناہ کرنا گستاخی ہے'' (اعتراضات کا جائزہ ص ۵۶)

النجوم الشہابیہ کے حوالے سے تفصیل آئندہ اوراق کی زینت ہوگی۔ اور ''فیصلہ کیجئے'' کی عبارت خود موصوف نے جو نقل کی تھی وہ یوں ہے:۔

''مسلمانوں! غور فرمائے! دیوبندیوں اور نجدی وہابی مولویوں کے تراجم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے بھی گناہگار تھے'' (فیصلہ کیجئے بحوالہ کنز الایمان نمبر ۲۳۵)

اس جگہ کہیں بھی گستاخی کا لفظ موجود نہیں، یہ موصوف کی اپنی اختراع ہے بلکہ یہی موجو ہے کہ اس ترجمہ سے یہ تاثر ابھرتا ہے، اور یہی تنقید قاضی مظہر حسین صاحب سے بھ نقل کی جا چکی ہے، اگر موصوف نے تبرے پڑھنے ہیں تو اپنے اکابر پہ پڑھ سکتے ہ

،اور اس سے پہلے کہ جناب ہمیشہ کی طرح یہاں بھی لاجواب ہوکر قاضی صاحب
انکار کریں ہم قاضی صاحب کے متعلق دیوبندی حضرات کے خیالات سے
مطلع کیئے دیتے ہیں، ابوالحسنین ہزاروی لکھتے ہیں:۔

''امام اہلسنت وکیل صحابہ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ نے سیدنا حسینؓ کا
دفاع کیا ہے'' (حقیقی دستاویز ص ۴۴۶)

عبدالجبار سلفی لکھتے ہیں:۔

''حضرت اقدس کا بنیادی موضوع تحفظ اہل السنت والجماعت تھا۔آپ کی رگ
رگ میں صحابہ کرامؓ کی محبت رچ بس گئی تھی اور صحابہ کرام کی شرعی عظمتوں کا دفاع
کرنے میں آپؒ کے قلم نے اپنوں بیگانوں کا قطعا لحاظ نہ کیا۔فکر السامی کی آبیاری
ساری زندگی آپ کا مشن رہا اور آپ نے اپنے کاز کو معتدل ومتوازن دھارے میں
ملت اسلامیہ کے سپرد کیا (مشاجرات صحابہ اور راہ اعتدال ص ۱۵)

ایسے ہی محاسن کنزالایمان میں ہے:۔

''مترجمین نے اپنے ترجموں میں ایسے الفاظ استعمال کئے کہ حضور سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاذ اللہ خطار کار اور قصوروار بناڈالا۔ذرا غور کیجئے ان غیر محتاط تراجم کے
مطالعہ سے ایک عام مسلمان یا ایک غیر مسلم کیا تاثر لے سکتا ہے یہی کہ معاذ اللہ خود
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن بھی خطاؤں سے پاک نہ تھا کیا یہ تراجم دشمنان اسلام کے ہاتھ
میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ایک مظبوط ہتھیار تھما دینے کے موجب نہیں ہوں
گے؟'' (محاسن کنزالایمان ص ۴۴۔۴۵)

اس جگہ بھی موصوف نے ان تراجم کو غیر محتاط ہی کہا ہے گستاخی کا فتویٰ ہرگز نہیں لگایا۔ اس لئے ہماری اس گزارش سے واضح ہوا کہ جناب کا قطعیت کے ساتھ دعویٰ کرنا درست نہیں۔ پھر جو دعویٰ کیا ہے اس کا تو بحث سے تعلق ہی نہیں۔ موصوف کہتے ہیں کہ ان کتب میں ذنب کی حقیقی نسبت گناہ کرنا گستاخی ہے تو جناب عرض ہے کیا آپ حقیقی معنی میں گناہ کی نسبت کو درست سمجھتے ہیں؟

## غلام مہر علی صاحب کا موقف

اس کے بعد جناب لکھتے ہیں:۔

"اسی طرح غلام مہر علی صاحب ۵۔ عصمۃ النبی ﷺ میں اس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنے پر پوری کتاب لکھی کہ یہ گستاخی ہے" (اعتراضات کا جائزہ ص ۵۶)

غلام مہر علی صاحب کے نزدیک حضور ﷺ کی طرف ذنب بمعنی خلاف اولیٰ کی نسبت کرنا کفر و گستاخی ہے، (عصمۃ النبی المصطفیٰ ص ۳۲، تاریخی شکست فاش ص ۲۴) جبکہ اس مسئلہ میں راجح یا مرجوح کی بحث تو ہو سکتی ہے، مگر اس کو کفر یا گستاخی قرار دینا محل نظر ہے اور ان کا تفرد اور ذاتی موقف ہے جو ہرگز حجت نہیں۔ مولوی محمد نافع لکھتے ہیں:۔

علماء کے تفردات پر اعتماد نہیں کیا جاتا وہ متروک ہوتے ہیں۔ (مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین ص ۳۶۱)

مہر محمد میانوالوی لکھتے ہیں:۔

حضرت یونس کے متعلق بالا عبارت صریح جھوٹ ہے ہم ایسا اعتقاد نہیں رکھتے۔ اگر کسی غیر ذمہ دار مفسر نے لکھا ہو تو اس کا قصور ہے۔ مجموعی مسلک پہ کوئی اعتراض نہیں۔

(ہم سنی کیوں ہیں ص ۵۲)

ناظرین! مہر صاحب کے اس بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کسی ذاتی رائے سے مجموعی مسلک پہ اعتراض ہرگز قائم نہیں ہوسکتا۔

محمود عالم صفدر لکھتے ہیں:۔

ہر عالم کی بات کو جو کا توں قبول نہیں کیا جاتا۔ (تسکین الاتقیاء ص ۹۱۱)

عبدالحق بشیر لکھتے ہیں:۔

''ہم بھی اسے حضرت نانوتوی کا تفرد قرار دیتے ہوئے اس سے اتفاق نہیں کرتے۔''

(عقیدہ حیات النبی ص ۲۹)

عبدالجبار سلفی لکھتے ہیں:۔

''اہل علم جانتے ہیں بعض مسائل میں ان حضرات کے تفردات بھی ہیں۔ ہم ان کے تفرادات کے قول کو قبول نہیں کرتے'' (تنبیہ الناس ۹۵)

علامہ رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

''اور اس جا پادری لوگ مغالطہ دینے کو بعض اہل تشیع کا قول نقل کر دیتے ہیں۔ اور جو اس قول کو اہل تشیع کے خود ہی جمہور علماء محققین رد کرتے ہیں تو وہ قول ہرگز اس قابل نہیں کہ اس سے ہم پر استدلال کیا جا سکے'' (ازالۃ الشکوک ج ۲ ص ۴)

ایسے ہی رقم طراز ہیں:۔

"شیعہ فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے جمہور اور محققین علماء کے نزدیک قرآن مجید تغیر و تبدل سے محفوظ ہے۔ اور اگر اس فرقہ کا کوئی شخص قرآن میں کمی بیشی کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا قول ان جمہور علماء اثنا عشری کے نزدیک مردود اور نا قابل قبول ہے" (اعجاز عیسوی ص ۵۸۸)

مفتی رشید احمد لدھیانوی لکھتے ہیں:۔

"علاوہ ازیں یہ امر مسلم ہے کہ کوئی کتنا ہی بڑا محقق جمہور کے خلاف قول کرے تو اس کا اتباع جائز نہیں، مسلک جمہور ہی کا واجب الاتباع ہے" (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۸۷)

مولف انوار الباری لکھتے ہیں:۔

"چونکہ جمہور سلف و خلف کے خلاف کوئی تفرد بھی خواہ وہ کسی بھی بڑے کا ہو مقبول نہیں ہوا ہے" (انوار الباری ج ۱۷ ص ۵)

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ تفرادات قابل قبول نہیں۔ ایسے ہی عبد القدوس قارن لکھتے ہیں:۔

"یہ حوالہ بھی مولف موصوف کے لئے کوئی فائدہ مند نہیں اس لئے کہ علامہ آلوسیؒ اس مسئلہ میں جمہور کے خلاف رائے رکھتے ہیں تو ان کی بات اس مسئلہ میں ان کے مخالفین پہ حجت کیسے ہو سکتی ہے" (اظہار الغرور ص ۱۶۱)

لہذا جب وہ جمہور کے خلاف ہیں، اور اس مسئلہ میں فریق ہیں، اس لئے ان کی رائے حجت نہیں۔ پھر سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:۔

''کسی غیر معصوم کے غیر معصوم قول میں تو حجت نہیں ہے کہ جو کچھ اس نے کہہ دیا وہ حرف آخر ہو گیا'' (عمدۃ الاثاث ص ۸۴)

اس لئے غلام مہر علی صاحب کیونکہ غیر معصوم ہیں اس لئے ان کا بقول سرفراز حجت نہیں۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ غلام مہر علی صاحب کے نزدیک اس سے صرف لزوم کفر آتا ہے، التزام نہیں۔ چنانچہ اپنے الفاظ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''میں نے تو حرام اور کفری لکھا ہے جس میں مرتد قرار دینے کے لئے قائل کا التزام بھی ملحوظ ہوتا ہے'' (جوابات رضویہ ص ۶۵)

اس حوالہ یہ بات بھی مترشح ہو گئی کہ مہر علی صاحب بھی ہمارے ہمنوا ہیں اور فتوی کے لئے قائل کا التزام تسلیم کرتے ہیں، ہاں ان کا اپنا موقف ہمارے نزدیک درست نہیں۔ اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ لزوم سے نہ تو عقیدہ ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی تکفیر لازم آتی ہے، ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:۔

''یہ الزام چونکہ بطریق لزوم تھا بطریق التزام نہ تھا اس لئے آپ نے ان حضرات کے خلاف فتوی کی زبان استعمال نہ کی اور کوئی فتوی نہ دیا'' (مطالعہ بریلویت ج ۸ ص ۲۷۷۔۲۷۸)

پھر موصوف کا انداز آزادانہ اور سلف کی پیروی کا پابند نہیں، کبھی مفسرین پہ یوں جرح کرتے ہیں:۔

''تفسیر روح البیان و روح المعانی والے کی یہ توجیہات خود مردود ہیں، حجت نہیں'' (عصمۃ النبی ص ۳۳)

ایسے ہی لکھتے ہیں:۔

مفتی صاحب نے شرح عقائد سے علامہ تفتازانی کے قول ترک اولیٰ کا ذکر بھی کیا حالانکہ اس علامہ صاحب کے کئی اقوال غیر اولیٰ بلکہ غلط ہیں'' (عصمۃ النبی ص ۴۰)

کبھی یوں لکھتے ہیں:۔

''علماء میں گستاخ رسول علماء بھی ہوتے ہیں'' (عصمۃ النبی ص ۴۱)

مہر محمد میانوالوی لکھتے ہیں:۔

''اہل سنت والجماعت ۹۷ فیصد مسلمانوں کا متوارث مذہب ہے جو عقیدتاً سلف و خلف سے منقول ہوتا چلا آرہا ہے۔ اگر کوئی ذہین وطباع شخص سلف کی راہ سے ہٹ کر خود آرائی اور آزاد خیالی سے مذہب کی تعبیر کرتا ہے، وہ مستند نہیں ہے'' (معراج صحابیت ص ۱۴۳)

اس کے بعد جناب نے محاسن کنز الایمان کا نام لیا اس کی وضاحت ہو چکی۔ اگلہ حوالہ جناب نے مولانا تصدق حسین کی کتاب کا دیا وہ لکھتے ہیں:۔

فاضل بریلوی کے ترجمہ سے تحفظ ناموس رسالت اور مقام رسالت سے آشنائی کی لذت وآشنائی چھلکتی نظر آئے گی، جبکہ باقی مترجمین اس فکر کے حامی نظر آتے ہیں کہ رحمت عالم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی گناہ اور قصور کرتے تھے (العیاذ باللہ) یہی گناہ ہزار عیوب سے بڑھ کر ہے کہ امام الانبیاء کی طرف گناہ اور قصور کی نسبت کی جائے (فاضل بریلوی اور کنز الایمان ص ۹۸)

مولانا کی تنقید بھی دیگر سے مختلف نہیں اور انہوں نے بھی ذنب کی نسبت یا فقط ترجمہ کو

گستاخی نہیں کہا۔ ایسے ہی جناب نے جو ''فیضان اعلیٰ حضرت'' سے حوالہ نقل کیا اس میں بھی ''غیر محتاط'' ہی کہا گیا ہے اور واضح لکھا کہ ''تاثر پیدا ہوتا ہے''، اس قسم کی تنقید ہم قاضی مظہر حسین سے نقل کر چکے، جو کہ واضح ترجمہ پہ ہے نہ کہ عقیدہ کے حوالے سے ہے۔

## کرنل انور مدنی

موصوف اس جگہ کرنل انور مدنی کی کتب کا بھی تذکرہ کیا جس پہ عرض ہے کہ یہ موصوف اہل سنت سے جداگانہ عقائد رکھتے ہیں، جس کی تفصیل ہم ''دست و گریباں کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ'' میں عرض کر چکے ہیں اور خود ہمارے معاندین کے نزدیک ایسے اشخاص سے کسی مسلک کا تشخص قائم نہیں ہوتا۔ اس کے بعد جو صاحبزادہ زبیر صاحب کا حوالہ دیا اس کی تردید ہم پیش کر چکے ہیں کہ یہ فقط موصوف کا الزام ہی ہے، پھر اس مسئلہ میں وہ ہمارے مخالف ہیں، اور ابو الحسنین ہزاروی لکھتے ہیں:۔

''یہ کتاب امام اہلسنت وکیل صحابہ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین خلیفہ مجاز حضرت مدنی اور امیر تحریک خدام اہلسنت کے جواب میں لکھی گئی۔ ہمارے دشمنوں کی کتابوں سے ہم کو الزام۔ فیا للعجب'' (حقیقی دستاویز ص ۴۴۰)

لہذا جناب کا زبیر صاحب کی کتاب کا حوالہ ہمارے خلاف پیش کرنا ہرگز درست نہیں۔ اس کے بعد جناب نے مفتی محمد رمضان صاحب کی عبارت نقل کی، جس میں کہیں ذنب کا ترجمہ گناہ کرنے کو گستاخی نہیں کہا، ہاں اس کو غلط ضرور کہا ہے اور یہی حق ہے۔ پھر انہوں نے لکھا:۔

"لیکن حال ہی میں کچھ محققانہ اور مخلصانہ مضامین نظر سے گزرے۔۔۔ان میں "کنز الایمان پر اعتراضات کا آپریشن" از قلم مفتی محمد عبدالمجید سعیدی رضوی، رحیم یار خاں اور مغفرت ذنب "از قلم مفتی پیر مولانا شاہ حسین گردیزی، کراچی اگرچہ علاوہ ازیں گرد و پیش سے سعیدی صاحب کی تحقیق و تشریح و ایرادات کے جوابات وارد ہوئے ہیں لیکن ان ہر دو رسالوں میں کافی و شافی دائرہ ادب میں مواد موجود ہے" (انوار کنز الایمان ص ۲۱۹)

اور ان دونوں حضرات کا موقف پیش کر چکے ہیں، جس سے یہ بات واضح ہو چکی کہ محض ترجمہ سے گستاخی کا فتویٰ نہیں۔

اس کے بعد جناب نے مفتی عبدالمجید سعیدی صاحب کے حوالہ جات نقل کئے، جو جناب کو مفید نہیں۔ ان میں نفس ترجمہ کی تغلیط تو ہے مگر قائل کی تکفیر وغیرہ موجود نہیں، اور جو تنقید علامہ صاحب نے کی ہے وہی قاضی مظہر سے ہم نقل کر چکے، اگر عرف کے لحاظ سے اعتراض کرنا ہے تو ہم نے خود دیوبندی حضرات سے یہ اصول پیش کیا تھا کہ گستاخی کا دارومدار عرف پہ ہوتا ہے اس لئے موصوف کا اعتراض لغو ہے۔ اور فیضان اعلیحضرت کی تنقید بھی سابقہ عبارات کی طرح ہے۔ پھر جناب کا اعتراض اس لحاظ سے بھی کمزور ہے کہ محض لفظی ترجمہ کے احتمال کی بناء پہ گستاخی کا فتویٰ جب ہے ہی نہیں، تب ایسا اعتراض کرنا خود بخود لغو ہے۔

## علامہ غلام مہر علی کا موقف

ہم علامہ صاحب کے موقف کے حوالہ سے ماقبل میں کافی کچھ عرض کر چکے ہیں، اور

واضح کر چکے کہ ان کا موقف ذاتی ہے، کیونکہ جب انہوں نے یہ اعتراض کیا تو علماء اہلسنت نے ''ترجمہ البیان از غزالی زماں'' کی تائید میں تصدیقات لکھیں جو ''التصدیقات'' سے معرض وجود میں آچکی ہے، جس میں جمہور اہلسنت نے ذکر کیا ترجمہ بمعنی بظاہر خلاف اولیٰ کو گستاخی پہ محمول کرنے کی تغلیط کی ہے، لہذا علامہ صاحب کا موقف ان کا ذاتی ہے۔ اس پہ وکیل صفائی کی طرف سے چند شبہات پیش کیے گئے ان کا بھی نقد جواب حاضر ہے۔

**شبہ اول**

جناب نے اعتراض کیا کہ غلام مہر علی صاحب کو کیونکہ دوسرے مولویوں کی تائید حاصل ہے اور انہوں نے جناب کی کتاب کے متعلق تعریفی کلمات ادا کئے ہیں، اس لئے اسے تفرد نہیں کہہ سکتے۔ جناب کے اس لایعنی اعتراض سے ان کی علمی حیثیت تو خود بخود واضح ہوگئی خیر عرض ہے کہ نانوتوی صاحب کا موقف ہے کہ ارواح انبیاء کا خراج نہیں ہوتا اور دیوبندی اسے تفرد کہتے ہیں، مگر آب حیات وغیرہ کی تعریف تو المہند میں بھی موجود ہے، کیا جناب اس بناء پہ اس کے تفرد ہونے کا انکار کریں گے۔ ایسے ہی ابن تیمیہ، ان کے شاگردوں و علامہ آلوسی نے توسل کی تردید کی ہے مگر دیوبندی حضرات نے اسے ان کا تفرد ہی کہا ہے لہذا ان گھر کے حوالہ جات کی روشنی میں جناب کا اعتراض سوائے ان کی جہالت آشکار کرنے کے کچھ وزن نہیں رکھتا۔ پھر خالد محمود مانچسٹروی رقم طراز ہیں:۔

''اہل سنت کی کتابوں میں بعض علماء کے ایسے اقوال بھی ملتے ہیں جنہیں محققین اہل

سنت نے قبول نہیں کیا اور نہ ان کے ہاں ان کی بیان کردہ باتوں کو مذہب اہل سنت قرار دیا ہے۔" (تجلیات آفتاب ج ۱ ص ۴۷)

ایسے ہی علامہ غلام مہر علی صاحب کے موقف کو جمہور اہل سنت نے تسلیم نہیں کیا، جس پہ "التصدیقات" شاہد ہے، لہذا اسے مذہب اہل سنت قرار نہیں دیا جا سکتا۔

شبہ دوئم

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کاشف صاحب نے لکھا کہ عبد الماجد نے قادیانیوں کی تائید نہیں کی اور یہ ان کی رائے تمام دیوبندیوں سے ہٹ کر ہے اگر تفردات حجت نہیں تو آپ نے کیوں پیش کیا؟

جواباً عرض ہے کہ اولاً تو ہماری کتاب کی گفتگو الزامی ہے، اور ہم نے جناب کے مسلک کے اصول وقوانین کی روشنی میں گفتگو کی ہے خود کوئی اصول پیش نہیں کیا، دوئم دیوبندی حضرات عبد الماجد کے اس موقف کے باوجود اس کی تکفیر نہیں کی، اس لئے اس کی ذمہ داری ان پہ عائد ہوتی ہے، لہذا یہ اگر یہ غلط ہے تو موصوف ہمت کریں اور عبد الماجد پہ فتویٰ کفر لگائیں۔

شبہ سوئم

جناب لکھتے ہیں کہ ان کے اوراق کے راقم نے اپنی کتاب "کنز الایمان اور مخالفین" میں جناب خضر حیات کے حوالہ سے دیوبندی مسلک کو فتنہ ثابت کیا جو کہ مماتی ہے تو اگر آپ اس کا حوالہ پیش کر سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں؟

جواباً عرض ہے کہ خضر حیات کا حوالہ محض دیوبندی تائیدات کی روشنی میں نہیں بلکہ ان

کے اصول وقوانین کی روشنی میں پیش کیا گیا تھا، جیسا کہ ہم نے لکھا:۔

''پھر دیوبندی اپنے ہی اصول سے مماتی حضرات کا انکار نہیں کر سکتے'' (کنز الایمان اور مخالفین ص ۱۷)

لہذا ہماری یہ گفتگو آپ کے اصول کی روشنی میں تھی، کیونکہ دیوبندی حضرات اپنے اصول سے مماتی حضرات کا انکار نہیں کر سکتے، ابوالحسنین ہزاروی لکھتے ہیں:۔

''اب اگر ملت جعفریہ کو یہ شکوہ ہے کہ یہ ذلیل اعتقادان کے سر کیوں تھوپا جا رہا ہے تو بصد معذرت ہم پر تبرا کرنے سے قبل آئینہ فرق شیعہ میں خود اپنا چہرہ دیکھ لیا جائے۔ ہمارا قصور صرف اتنا ہے کہ ہم نے وہ تمہارے گھر کا راز سربستہ تھا غلاف سے نکال کر عوام میں نمایاں کر دیا ہے اور بس، لہذا آپ فرق شیعہ میں سے کوئی فرقہ ہیں تو یہ الزام سایہ کی طرح آپ کے ساتھ لگا رہے گا'' (حقیقی دستاویز ص ۲۰)

یعنی خود شیعہ فرقہ سے منسوب کرنے والے کی ذمہ داری تمام شیعہ حضرات پہ ہے، اسی طرح خود کو دیوبندی کہنے والے کی ذمہ داری بھی دیوبندی حضرات پہ عائد ہوگی، پھر ابوایوب لکھتے ہیں:۔

''''جب وہ خود کہہ رہا ہے کہ میرا مسلک بریلوی ہے تو اس کے قول کو کیوں نہیں مانتے، کیا آپ کو یاد نہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا ھلا شققت قلبہ یہی بات ہم کہتے ہیں آپ اس کا دل چیر کر دیکھ لیتے کہ وہ اپنی بات میں سچا ہے یا نہیں'' (دست و گریباں ج ۲ ص ۲۸۷)

مرتب دست و گریباں یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جب کوئی شخص خود کو کسی جانب منسوب کرتا

ہے تو اس کا انکار ہرگز نہیں کیا جا سکتا، اس طرح دیوبندی حضرات بھی مماتیوں کا انکار نہیں کر سکتے۔

اس کے بعد جو جمہور کے حوالے سے اعتراض کیا تو اس پہ عرض کیا جا چکا کہ جمہور نے علامہ غلام مہر علی صاحب کے موقف کو درست تسلیم نہیں کیا۔

## تصفیۃ العقائد

قاسم نانوتوی لکھتے ہیں:۔

"دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک کو حکم یکساں نہیں اور ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں اگرچہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب ہی سے محفوظ رہے ہوں" (تصفیۃ العقائد ص ۲۹)

موصوف نے اپنے مقالے میں اس کی یہی توجیہ پیش کی کہ اس عبارت میں امکان کا تذکرہ ہے، پھر مکمل عبارت میں واضح کذب سے محفوظ رہنے کی بات ہے، ہم عرض کرتے ہیں کہ جناب یہ عبارت تو ہمارے موقف کی تائید کر رہی ہے، صرف امکان سے عصمت کا زائل ہونا لازم نہیں آتا، جبکہ موصوف عصمت کی نفی مان کر محفوظ تسلیم کیا ہے اور محفوظ سے صدور ہو جایا کرتا ہے، آپ کے ہم مسلک لکھتے ہیں:۔

"چونکہ اولیاء اللہ پر بھی حق تعالیٰ کی رحمت کا خاص سایہ ہوتا ہے، اس لئے وہ نفس کے شرور سے محفوظ رہتے ہیں۔ احیانا صدور خطاء پر ان کو فوارا توبہ کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے" (عرفان محبت ج ۱ ص ۱۱۳)

لہذا ثابت ہوا کہ نانوتوی صاحب صرف امکان نہیں بلکہ صدور تسلیم کرتے ہیں اس

لئے عصمت کا زوال مانتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم نے گنگوہی صاحب کا حوالہ بھی اپنی کتاب میں پیش کیا تھا جس کا موصوف کچھ جواب نہ دے سکے۔ جہاں تک یہ کہنا کہ ان کا ذاتی موقف ہے تو یہ بات درست نہیں کیونکہ دیوبندی حضرات ان کی عبارات کی تائید و دفاع کرتے نظر آتے ہیں جیسا کہ خود موصوف نے ذکر کیا تو ان کو اس سے بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا، اور یہ بات بھی یاد رہے کہ ہم نے اس پہ آپ کے حوالہ جات پیش کئے تھے، جنکا تذکرہ جناب عمداً گول کر گئے۔

## النجوم الشہابیہ

جناب نے ''الکوکبۃ الشہابیہ'' کا عنوان قائم کیا جسے کتابت کی غلطی پہ محمول کیا جا سکتا ہے، اس کے بعد جناب نے کہا کہ یہ اصول درست نہیں کہ دیوبندی کرے تو گستاخی اور اگر بریلوی کرے تو درست ہوگا، جب کہ عرض ہے کہ ہم نے اپنی کتاب میں ہرگز یہ اصول بیان نہیں کیا، بلکہ دیوبندی حوالہ جات کی روشنی یہ بیان کیا تھا کہ کلام کا تعین عقیدہ کی روشنی میں ہوتا ہے اور دیوبندی حضرات کے دیگر گستاخانہ عقائد کی روشنی میں ان کے تراجم حقیقی معنی میں ہی محمول ہیں، اس کا جناب کوئی جواب نہ دے پائے اور اپنی طرف سے ایک اصول گھڑ کر ہمارے ذمہ لگایا، پھر خود مناظر بن کر اس کی تردید کرتے رہے جبکہ یہ جناب کا محض الزام ہے۔ اس کے بعد جناب نے جو عبدالمجید سعیدی صاحب کے حوالہ سے اعتراض کیا کہ عوام عرف میں گناہ سے مراد معروف معنی لیتی ہے اور گستاخی کا مدار عرف پہ ہے تو عرض ہے کہ ہم علامہ صاحب کے کلام کی وضاحت کر چکے کہ اس ترجمہ کے ناقص و غلط ہونے کے باوجود قائلین کی ان کے عقائد کی روشنی

میں تکفیر نہیں ہوتی، اور نہ ہی محض ترجمہ کی بناء پہ گستاخی کا فتویٰ لگتا ہے بلکہ قائل کی مراد بھی جاتی ہے، لہذا اس سلسلہ میں وہ بھی ہمارے ہمنوا ہیں۔ اس کے بعد جناب نے اعتراض کیا کہ خود بریلویوں نے ایک دوسرے کو گستاخ کہا ہے تو اس لحاظ سے ان کا ذنب گستاخی کیوں نہیں؟ اول تو جناب کا اعتراض درست نہیں کیونکہ سیالوی صاحب رحمۃ اللہ پہ کی گئی تنقید فقط لزوم کے درجہ میں ہے، ایسے ہی علامہ غلام رسول سعیدیؒ اور صاحبزادہ کے حوالہ سے وضاحت ہو چکی کہ ان کو گستاخ وغیرہ کہنا درست نہیں، تراب الحق قادری صاحب پہ فتویٰ کسی مقتدر شخصیت نہیں دیا، کسی کا ذاتی موقف خود دیوبندی اصول کے تحت پورے مسلک پہ حجت نہیں ہوتا، اور اعلیٰ حضرتؒ پہ کی گئی تنقید محض معاصرانہ چپقلش تھی جو حجت نہیں ہوتی، جبکہ دیوبندی حضرات کو گستاخ عرب وعجم کے علماء نے کہا ہے لہذا جناب کا یہ قیاس درست نہیں۔

باقی جو علامہ سیالوی صاحبؒ کے حوالہ سے اعتراض کیا تو عرض ہے کہ ہم وضاحت کر چکے کہ محض ترجمہ کرنا گستاخی نہیں اور اس پہ جناب کے پیش کردہ دلائل سے ہی وضاحت ہو چکی، اس لئے اعادہ کی حاجت نہیں۔ اس کے بعد جناب کا یہ کہنا کہ ذنب کا لفظ ہی عصمت کے مخالف ہے درست نہیں، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ذنب کی نسبت قائم رکھتے ہوئے بظاہر خلاف اولیٰ کا ترجمہ خود علامہ احمد سعید کاظمی سے ثابت ہے جس کی تائید مقتدر علماء اہل سنت کر چکے ہیں۔ اس کے بعد قاضی مظہر حسین کے حوالہ سے بھی موصوف کی تاویل درست نہیں کیونکہ قاضی صاحب نے ترجمہ پہ تنقید کی ہے، کی عقیدہ پہ فتویٰ یا مراد متعین نہیں کی جو جناب یہ حوالہ پیش کریں، اور ہمارے

جن اکابر نے فتویٰ یا مراد کا تعین کیا ہے انہوں نے دیوبندی عقائد کی روشنی میں کیا ہے
لہذا جناب کی تاویل درست نہیں۔ اس کے بعد اویسی صاحب نے بھی فقط ترجمہ کو
گستاخی پہ محمول نہیں کیا بلکہ یہی کہا کہ "عام قاری ایسا سمجھے گا" اس لئے یہ بھی ہمارے
خلاف نہیں۔ باقی اویسی صاحب نے دیوبندی حضرات کے ظاہر بیانات کے مطابق
بطور برسبیل تنزل بات کی ہے، اگر موصوف کو اس حقیقت پہ محمول کرنے پہ بضد ہیں تو
پھر جن حضرات نے یہ لکھا کہ شیعہ حضرات کے علماء تحریف قائل نہیں تو کیا موصوف اس
سے بھی یہی نتائج اخذ کریں گے؟ جیسے علامہ رحمۃ اللہ کیرانوی لکھتے ہیں:۔

""شیعہ فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے جمہور اور محققین علماء کے نزدیک قرآن مجید تغیر و
تبدل سے محفوظ ہے۔ اور اگر اس فرقہ کا کوئی شخص قرآن میں کمی بیشی کا دعویٰ کرتا ہے تو
اس کا قول ان جمہور علماء اثنا عشری کے نزدیک مردود اور نا قابل قبول ہے" (اعجاز
عیسوی ص ۵۸۸)

ایسے ہی رقم طراز ہیں:۔

"قرآن مجید جمہور علمائے شیعہ کے نزدیک تغیر اور تبدل سے محفوظ ہے جو شخص شیعوں
کی طرف تحریف قرآن کی نسبت دیتا ہے اس کی بات علمائے امامیہ کے نزدیک مردود
اور نا قابل قبول ہے" (بائبل سے قرآن ج ۳ ص ۹)

شمس الحق افغانی لکھتے ہیں:۔

شیعوں کا مذہب وہی ہے جو سنیوں کا ہے قرآن مکمل طور پر محفوظ ہے اور اس میں ایک
لفظ کی کمی بیشی نہیں ہوئی جس کے لئے معتدد کتابوں کے حوالے پیش کرتا ہوں" (علوم

القرآن ص ۱۳۴)

ہو سکتا ہے موصوف اس جگہ اس کچھ قال و قیل سے کام لیں، ہم اس کا پہلے ہی ازالہ کیے دیتے ہیں، اللہ یار خان چکڑالوی لکھتے ہیں:۔

"مگر اس موہوم خطرہ کے مقابلے میں اپنے بالفعل مسلک اہل السنت والجماعت کی گردن پر کو کند چھری چلائی ہے اس کی بھی کوئی فکر ہے؟ اپنے اپنی مایہ ناز تصنیف "تاریخ قرآن اور علوم قرآن" میں جو یہ فتویٰ دیا ہے کہ "شیعہ تحریف قرآن کے قائل نہیں" آپ کا یہ احسان اہل السنت والجماعت قیامت تک نہیں بھلا سکتے، مگر آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دیں گے جبکہ شیعہ کے نزدیک تحریف کا عقیدہ رکھنا ان کی ضروریات دین میں سے ہے میں نے تحریف کے سلسلے میں پورا مذہب لکھ کر درخواست کی کہ آپ اس قول سے رجوع شائع کریں۔ مگر آج تک حضرت کو اس کی توفیق نہیں ہوئی اور اسی غلط بیانی پر اڑے ہوئے بلکہ جمے ہوئے ہیں" (عقائد و کمالات علمائے دیوبند ص ۴۴)

ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں:۔

"اہل تشیع کا عمومی موقف یہ ہے کہ ہم اسی کتاب کو برحق مانتے ہیں اور ہمیں ظاہر بات ہے ان کا وہی موقف درست تسلیم کرنا چاہئے جو ان کی زبان سے ادا ہو رہا ہے" (شیعہ کی مفاہمت کی ضرورت و اہمیت ص ۲۲)

پھر موصوف نے جو ہماری کتاب سے نقل کرنے کی زحمت فرمائی کہ تضاد بیانی الزام تراشی کے مترادف ہے، تو جناب ہمارا یہ قول الزامی تھا، عبد الرشید صاحب لکھتے

ہیں:۔

''یہ تعارض صاف بتا رہا ہے کہ یہ خط جعلی ہے'' (الشہاب الثاقب ص ۴۳)

پھر اویسی صاحب کی جو عبارت پیش کی اس کے متصل یہ بھی موجود ہے:۔

''ان تراجم میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت پہ حملہ ہوا۔ جس کی مترجمین کو صفائی دینی پڑی حالانکہ ترجمہ ایسا ہونا چاہئے تھا کہ عام قاری کو اعتراض کی گنجائش نہ ہو اور نہ ہی مخالف اسلام کو اسلام پہ حملہ کرنے کا موقع ملے اور نہ ہی بعد کو صفائی دینے کی ضرورت ہو'' (کنز الایمان پہ اعتراضات کے جوابات ص ۷۵)

اگر اویسی صاحب کے نزدیک محض ترجمہ ہی گستاخی و کفر کی بنیاد ہوتا تو علامہ صاحب پیش کردہ صفائی کی تردید کرتے، مگر صفائی کو قبول کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک محض ترجمہ کرنا گستاخی کی بنیاد نہیں، ایسے ہی لکھتے ہیں:۔

''دوسری آیت میں مترجمین خطاؤں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے منسوب کر دیا۔ ان غیر محتاط مترجمین کے تراجم سے تاثر پیدا ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے بھی گناہ سرزد ہوتے رہے اور بعد میں بھی'' (کنز الایمان پہ اعتراضات کے جوابات ص ۷۵)

یہاں بھی اویسی صاحب نے ان تراجم کو غیر محتاط ہی کہا ہے، اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر علامہ اویسی صاحب نے یہ لکھا ہے کہ مترجمین عصمت کے قائل ہیں اور اس کو قبول کیا ہے تو اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ وہ نفس ترجمہ کی صحیح یا غلط ہونے پہ بحث کر رہے ہیں، اور نفس ترجمہ میں گناہ کا ترجمہ کرنا درست نہیں، اب جو بھی مترجم

اس کا یہ ترجمہ کرے چاہے بریلوی ہو یا دیوبندی مردود ہے۔ ہماری اس وضاحت سے ہمارے ناظرین پہ واضح ہو گیا کہ کیونکہ اویسی صاحب نفس ترجمہ کی تغلیط پہ کلام کر رہے ہیں اس لئے انہوں نے اپنے مجیب کی بات کو بر سبیل تنزل تسلیم کیا ہے کیونکہ وہ خود یہ لکھ چکے ہیں کہ:۔

"دیوبندیوں کا مذہب یہ ہے کہ کذب صریح کو ہر قسم سے نبی کا معصوم ہونا ضروری نہیں ہے" (بریلوی دیوبندی فرق ص ۵۲)

پھر اس قطع نظر یہ بات ذہن نشین رہے کہ تراجم کے حوالے سے ایک بحث کا تعلق نفس ترجمہ کے درست یا غلط ہونے کی ہے اس میں کسی کا کوئی لحاظ نہیں جس ترجمہ کی تغلیط کی گئی ہے، یہ ترجمہ جو شخص چاہے مرضی کرے اسے غلط ہی کہا جائے گا، اور اکثر کتب میں نفس ترجمہ کی تغلیط پہ ہی کلام موجود ہے۔ صاحب نجوم الشہابیہ نے بھی انہیں اغلاط سے ہی تعبیر کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"ان مترجمین کی مختلف جگہوں کی غلطیاں ظاہر فرمائیں" (النجوم الشہابیہ ص ۶۵)

اس سے واضح ہوا کہ انہوں نے بھی نفس تراجم کی تغلیط ہی کی ہے اگر کہیں کفر وغیرہ کا لفظ ہے تو اس کی وضاحت بھی ان کی عبارات سے ہو جاتی ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

"وہابیوں دیوبندیوں نے قسم قسم کے نجس خبیث کفریات اپنی کتابوں میں لکھے چھاپے۔۔۔ آج آپ حضرات کو وہابیوں دیوبندیوں کے نئے نئے کفریات بتاتا ہوں کہ بددین وہابیوں نے قرآن پاک کے ترجمہ کے در پردہ میں کیسے کیسے خبیث خبث کفریات لکھے ہیں" (النجوم الشہابیہ ص ۷)

ایسے ہی لکھا:۔

''وہابیوں دیوبندیوں نے قرآں عظیم کے ترجموں کے پردے میں کس طرح مسلمانوں ن کو بے دین بنانے کا تہیہ کر رکھا ہے'' (النجوم الشہابیہ ص ۸)

ایسے ہی لکھا:۔

''اپنے کفریات کو ترجمہ کے پردہ میں چھپاتے ہو اور خدا کے کلام کی ہنسی کراتے ہو'' (النجوم الشہابیہ ص ۱۰)

نیز:

''اس داؤ ابازی کے پردہ میں اسماعیل دہلوی برٹش کے ایجنٹ نمبر ۲ کی داؤ بازی چھپانا چاہتے ہو کہ اس نے سید احمد ان پڑھ کے جاہل کند ذہن وغبی ہونے کو داؤ اور فریب کاری سے چھپایا۔ اور حضور سیدنا نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر سید احمد کو لکھ دیا'' (النجوم الشہابیہ ص ۱۰)

نیز:۔

دیوبندیوں! جماعتیو! یہ خدا تعالیٰ کی توہین وتنقیص ہے یا نہیں۔ مگر شیخ دیوبند نے جہد المقل ص ۷۷ میں دروازہ کھول دیا کہ کسی عیب کے ساتھ بھی خدا تعالیٰ کو متصف مانو تو وہ برا نہیں'' (النجوم الشہابیہ ص ۱۲)

مزید فرماتے ہیں:۔

''مسلمان سنی بھائیو! کیا اب بھی ان مرتدوں کو نہ پہچانوں گے اور ثبوت کیا چاہیے۔ کیا مرتدوں کے سر پر سینگ ہوتے ہوں گے جب پہچانو گے اب تو یقین کامل ہو گیا کہ

قرآنی ترجموں میں یہ کفریات، حفظ الایمان تھانوی و براہین قاطعہ گنگوہی و تذکرۃ الخلیل انبیٹھوی و جہد المقل دیوبندی و مختصر سیرت نبوی کا کوروی و تحذیر الناس و تصفیۃ العقائد نانوتوی کے کفریات کو ہلکا کرانے بلکہ انہیں درست بتانے کے لئے یہ ساری کوشش ہے معاذ اللہ" (النجوم الشہابیہ ص ۴۰)

پھر لکھتے ہیں:-

"امام نانوتوی کی بھی دہن دوزی کدی جس نے تصفیۃ العقائد ص ۲۵ اور ص ۲۸ میں اللہ کے نبیوں، رسولوں سے جھوٹ کا صدور مانا اور لکھ دیا کہ نبیوں کو جھوٹ سے پاک معصوم ماننا غلطی ہے (معاذ اللہ) نانوتوی کا یہ کفر صریح ہے بہر حال ان مترجمین نے دل کھول کت اپنے نام نہاد ترجموں میں کفریات بھر دیئے اور مسلمانوں سنیوں کو بہکانے اور گمراہ بددین بنانے کا پورا سامان مہیا کر دیا" (النجوم الشہابیہ ص ۴۴)

ہم اپنے قارئین سے استدعا کرتے ہیں وہ خدارا، ان عبارات کا بخوبی مطالعہ کریں، کیا ان سے یہ بات مترشح نہیں ہوجاتی کہ صاحب النجوم الشہابیہ کی تنقید کی بنیاد دیوبندی عقائد ہیں، ان کی تراجم پہ سخت تنقید کی اصل وجہ دیوبندی حضرات کے گستاخانہ عقائد ہیں، اس لئے نفس ترجمہ ان کے نزدیک بھی محض غلطی میں شمار ہوگا۔ اس لئے بالفرض اگر اویسی صاحب کی اپنی عبارت بھی ہو تو ہمیں کوئی نقصان نہیں، کیونکہ ان گفتگو کا محور نفس ترجمہ ہے، اور انہوں نے اس پہ کسی قسم کا فتویٰ نہیں لگایا، بلکہ غیر محتاط ہی کہا ہے جبکہ صاحب نجوم الشہابیہ اسے کفر و شرک کہا ہے، جس کی وجہ دیوبندی حضرات کے عقائد ہیں، جیسا کہ ان کی عبارات سے مترشح ہے۔ اسلئے یہ عبارت معاند کو سودمند اور

ہمیں نقصاندہ نہیں۔

## جاء الحق اور وکیل صفائی کی بے بسی

موصوف نے جاء الحق کے حوالہ سے اعتراض کیا تھا کہ علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی نے فرمایا کہ ہے کہ انبیاء سے نسیانا گناہ کبیرہ صادر ہو سکتے ہیں، اس پہ تبصرہ کرتے ہوئے موصوف نے لکھا تھا کہ:۔

''قارئین مندرجہ بالا عبارت میں مفتی صاحب نے تسلیم کیا کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ ہو سکتے ہیں معاذ اللہ اور بریلوی اصول کے مطابق نبی کریم ﷺ کی طرف رضاخانیوں نے گناہ کی نسبت کر کے گناہگار تسلیم کر لیا'' (نور سنت، کنزلا ایمان نمبر ص ۲۴۵)

ہم نے اس پہ جناب کے گھر کے حوالہ سے عرض کیا تھا کہ یہاں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے محض امکان کی بات کی ہے اور گناہگار ماننا اس صورت میں ہے جب صدور تسلیم کیا جائے، پھر دیوبندی حضرات کے گھر سے ثابت کیا تھا کہ دیوبندی حضرات محض امکان کو ہی گستاخی ہی سمجھتے ہیں، مگر موصوف ہماری ساری بحث کو حسب سابق پی گئے اور فتاویٰ رضویہ کے ادھورے حوالہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ امکان صدور کو لازم ہے جبکہ اس جگہ اعلی حضرت مطلقا یہ قاعدہ ذکر نہیں کیا بلکہ صرف امکان کذب کے حوالہ سے وضاحت کی ہے، اس جگہ موجود ہے:۔

کہ کلام واحد میں امکان کذب بے فعلیت کذب متصور نہیں'' (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۳۴۶)

اس کے بعد جناب نے تو تصفیۃ العقائد کا ذکر کیا تو اس کی وضاحت ماقبل میں ہو چکی، اقی کے حوالہ سے عرض ہے کہ بالفرض صدور مان بھی لیا جائے تو کسی مسلمان کے اتقی ہونے کے منافی نہیں کیونکہ توبہ سے اس کا اثر زائل ہو جاتا ہے، اور اس حوالہ کا بحث سے تعلق بھی نہیں۔ پھر یہ کہنا کہ بریلوی حضرات ذنب و گناہ کی نسبت کو گستاخی کہتے ہیں تفصیل طلب ہے، محض ذنب کی نسبت یا اس کا ترجمہ گناہ کرنا گستاخی نہیں مگر یہ ترجمہ مردود ہے، اس میں سنی یا دیوبندی کسی کی تخصیص نہیں اور ذنب بمعنی بظاہر خلاف اولیٰ بھی گستاخی نہیں۔ مگر راجح موقف یہی ہے کہ اس آیت میں امت کے گناہ مراد ہیں، دیوبندی مفتی لکھتے ہیں:۔

''تفسیر کبیر میں اس شکال کا کہ آنحضرت معصوم ہونے کی وجہ سے جب گنہ گار نہیں تو پھر مغفرت کیسی؟ یہ جواب دیا گیا کہ مومنین کے گناہ مراد ہیں'' (کمالین ج ۲ ص ۱۷۲)

اس لئے موصوف کا یہ کہنا کہ بریلوی حضرات کے نزدیک ذنب کی نسبت ہی گناہگار تسلیم کرنے کے مترادف ہے، درست نہیں۔ اور جہاں تک اس کا ترجمہ گناہ کرنے پہ تنقید کا تعلق ہے تو اسی قسم کی تنقید ہم دیوبندی حضرات سے پیش کر چکے۔

## تمہید کی عبارت کا جواب

عصمت کے معنی کے متعلق ''فواتح الرحموت'' میں ہے:۔

''وھی عدم قدرۃ المعصیۃ عند البعض ونسبہ بعض الروافض الی الشیخ ابی الحسن الاشعری قدس سرہ

اوھی خلق مانع عن ارتکاب المعصیة غیر ملج حتیٰ لایکون المعصوم مضطرافی ترک المعصیة و فی الفعل الواجب وھم المختار عند الجمھور (فواتح الرحموت ص ۳۸۷)

خلاصہ عبارت ہذا کا یہی ہے کہ عصمت حضرات انبیاء کو بے اختیار نہیں بناتی بلکہ قدرت وملکہ ہونے کے باوجود ان سے صدور نہیں ہوتا، عصمت کی تعریف ذہن نشین کرنے بعد صاحب تمہید کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:۔

''تو عصمت انبیاء بہ طریق وجوب ثابت ہوگئی نہ کہ ہ طریق جواز تو جب نبی قل وی واجب العصمۃ ہوئے تو ثابت ہوا کہ وہ نبی تھے، اس لیے کہ غیر کا معصوم ہونا واجب نہیں تو جب ثابت ہوگیا کہ انبیاء کے حق میں عصمت واجب ہے تو ضروری ہوا کہ وہ معصوم ہوں، صغائر و کبائر سے اس لئے کہ اگر ہم کبیرہ کو جائز قرار دیں تو ان سے کفر بھی جائز ہوگا'' (تمہید ص ۱۶۷)

اس عبارت سے واضح ہوا کہ صاحب تمہید کا کلام عصمت کے متعلق ہے جس کا تعلق وقوع سے ہے، یہ امکان یا قدرت کی نفی کو مستلزم نہیں۔

## سیدھے راستے پر چلا

اس حوالہ سے ہمارا موقف ہے کہ سیدھا راستہ دیکھا والا ترجمہ بھی درست مگر اس پہ فوقیت اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو ہی ہے، مولانا یسٰین اختر مصباحی لکھتے ہیں:۔

''ہمیں دکھا۔ یہ ترجمہ اگرچہ صحیح ہے مگر اس سے بہتر اور افضل و اعلیٰ ترجمہ ہے۔ ہمیں

چلا" (انوار کنز الایمان ص ۱۶۷)

ہمارے جن حضرات نے اس حوالہ سے گفتگو کی ہے انہوں نے اس ترجمہ کی تغلیط نہیں کی بلکہ اعلی حضرت کے ترجمہ کی فوقیت واضح کرنے ساتھ دوسرے ترجمہ میں موجود سقم کی طرف اشارہ کیا تھا، اسی کے تحت ہم نے گفتگو کی تھی اور موصوف کے اعتراضات کا جواب دینے کے ساتھ اعلی حضرت کے ترجمہ کی فوقیت پہ ان کے گھر سے دلائل دیئے تھے، اب موصوف کی خامہ فرسائی پہ بھی تبصرہ حاضر ہے۔ جناب لکھتے ہیں:۔

"اس پر رضا خانیوں کا اعتراض تھا کہ دیوبندیوں کو اب تک سیدھا رستہ معلوم ہی نہیں ہوا، جو دعا مانگ رہے ہیں، ہم نے اس اعتراض کے جواب میں تقریباً چھ صفحات پر مشتمل تحریر کی ہے اور نا قابل دلائل سے ثابت کیا کہ یہ اعتراض نری جہالت ہے۔ موصوف اس میں کسی کو بھی غلط ثابت نہ کر سکے" (اعتراضات کا جائزہ ص ۶۸)

اولا تو عرض ہے کہ تنقید کا تعلق اعلی حضرت کے ترجمہ کی فوقیت پہ ہے جس پہ ہم نے دلائل کا انبار لگا دیا تھا اور جہاں تک موصوف کے پیش کردہ حوالہ جات تھے تو ان کے جوابات یوں دیئے گئے تھے:۔

"ساجد نے جو جلالین کا حوالہ دیا اس کی وضاحت ہم حاشیہ کمالین سے کر آئے ہیں اور جہاں تک شاہ عبدالعزیز کا ترجمہ ہے تو وہ بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اعلی حضرت کا ترجمہ ان دونوں باتوں کو محیط ہے جیسا کہ ماہ قبل میں ہم وضاحت کر چکے ہیں۔ مگر ہم یہاں تفسیر عزیزی کے متعلق اکابرین

دیوبند کا نظریہ بھی پیش کردیں۔ مصنف محاسن موضح قرآن تفسیر عزیزی کے متعلق سندھی صاحب کے تاثرات یوں نقل کرتے ہیں:۔

''اس تفسیر کے متعلق مولانا عبید اللہ سندھی نے لکھا ہے کہ اس میں بعض چیزیں فن حدیث کی رو سے غیر ثابت بھی آ جاتی ہیں'' [محاسن موضح قرآن ص ۵۸] اور عمر صاحب کا مخاطب کیونکہ وہابی ہے لہذا ترجمہ بھی ان کے مطابق کیا ہے۔ اور جہاں تک شاہ رفیع الدین کے ترجمہ کی بات تو یہ ترجمہ لفظی ہے مرادی نہیں اس واسطے اعتراض کے زمرے میں نہیں آتا اور پھر کیونکہ یہ تراجم تحریف شدہ ہیں اس لئے ان کا اعتبار بھی نہیں'' (کنز الایمان اور مخالفین ص ۱۹۲۔ ۱۹۳)

ایسے ہی لکھا تھا:۔

اس کے بعد جو اعلی حضرت کے تراجم کے حوالے سے اعتراض کیا تو عرض ہے کہ سورۃ فاتحہ میں یہ کلمہ دعائیہ ہے اور جناب کی پیش کردہ آیات خبریہ ہیں دعائیہ جملے کو خبر پہ قیاس کرنا یہ صرف دیوبندی حضرات کا ہی کام (کنز الایمان اور مخالفین ص ۱۹۵)

اگر موصوف کی بینائی بھی گنگوہی صاحب کی پیروی میں زاغ کے شوربہ کو ثواب سمجھ کر زیادہ استعمال کرنے کے سبب سے کمزور ہوگئی ہے اور جناب کو یہ جوابات نظر نہ آئے ہوں تو الگ بات ہے، مگر یہ کہنا کہ ان اوراق کے راقم نے جواب نہیں دیا یہ خلاف حقیقت بات ہے۔ اس کے بعد جناب لکھتے ہیں:۔

''الثا یہ خامہ فرسائی شروع کردی کہ اعلی حضرت نے جو ترجمہ کیا وہ زیادہ صحیح ہے بلکہ دلچسپ بات یہ کہ جلالین کا حاشیہ ہمارے ہی مدعیٰ پر ترجمہ نہ سمجھنے کی وجہ سے پیش کر

دیا عبارت کا مفہوم و مطلب بنتا ہے کہ:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہدایت کی طلب کرنا حالانکہ وہ پہلے سے ہدایت یافتہ ہے تحصیل حاصل ہے تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے یہاں دعا سے مراد ہدایت کے رہنے پر ثابت قدم رہنا یا ہدایت کے اگلے مرتبہ کے حصول کی دعا ہے۔ تو یہی ہم رضاخانیوں کو بتلانا چاہتے ہیں کہ بتلا ہم کو سیدھی راہ سے یہ مراد نہیں کہ دیوبندی اب ہی بھٹکے ہوئے ہیں بلکہ ہدایت کے جو مزید مراتب ہیں ان کو طلب کرنا ہی مراد ہے"

(اعتراضات کا جائزہ ص ۶۹)

اب سے پہلے تو قارئین ہماری گفتگو ملاحظہ کریں پھر ہم موصوف کے اس اعتراض پہ بھی اپنی گزارش پیش کئے دیتے ہیں:۔

کمالین میں ہے:۔

"فان قیل طلب الهداية من المومن وهو مهدی تحصيل الحاصل قلنا المراد طلب الثبات عليه او حصول المراتب المرتبة عليه والزيادة ولی الهدی الذی اعطوه" (حاشیہ کمالین تفسیر جلالین ص ۵۱۰)

تفسیر معالم التنزیل میں ہے:۔

ترجمہ: "ایمان والوں کی طرف سے یہ دعا کہ باوجود اس کے کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں بمعنی ہدایت پہ ثابت رہنے کی ہوگی اور بمعنی مزید ہدایت طلب کرنے کے ہوگی" (معالم التنزیل ص ۱۰)

تفسیر مدارک میں ہے:۔

"یعنی ہمیں واضح راستے پہ قائم فرما" (تفسیر مدارک مترجم از شمس الدین ج ۱ ص ۵۲)

تفسیر انوار البیان میں ہے:۔

"ہدایت یافتہ ہوتے ہوئے ہدایت کی دعا کرنا موت تک ہدایت پر جمے رہنے اور ثابت قدم رہنے کا سوال ہے" (انوار البیان ج ۱ ص ۳۸)

خلاصہ ان عبارات کا یہ ہے کہ یہاں مراد اس ہدایت پر ثابت رہنا اور جو مرتبہ حاصل ہے اس میں زیادتی کی دعا ہے۔ اور یہ صرف اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

اعتراض: رضا خانی اب تک سیدے راستہ پہ چلے ہی نہیں اس لئے راستہ پہ چلنے کی دعا کر رہے ہیں (کنز الایمان ص ۲۸۸)

اس کا جواب تو ہمارے پیش کردہ تفسیری حوالہ جات میں موجود ہے کہ راستہ چلنے کے علاوہ اس میں زیادتی کی دعا ہے اور جہاں "رستہ بتلائے" کی بات تو جناب عبدالرشید لاہوری لکھتے ہیں:۔

"یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ جس طرح محض راہ دیکھ لینا شریعت کی نگاہ میں قابل اعتبار نہیں جب تک اس پر چلا نہ جائے اور عمل نہ کیا جائے" (تقابلی جائزہ ص ۲۰)

لہذا ثابت ہوا کہ اگر اس کا ترجمہ صرف "راستہ بتلا" کیا جائے تو یہ درست نہیں کیونکہ راستہ دیکھنا بغیر عمل کے قابل اعتبار نہیں اور اس سے نہ چلنا لازم آتا ہے۔

اعتراض:۔ اس عمل کا شرعاً اعتبار نہیں جس کی پشت پر علم صحیح نہ ہو۔ ارشاد خداوندی

ہے۔ ومن اضل ممن اتبع ھوٰہ بغیر ھدی من اللہ یعنی اس شخص سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہوگا اللہ کی رہنمائی کے بغیر اپنی خواہش کا اتباع کرے۔ بہر حال ثابت ہو گیا کہ جس طرح سیدھی راہ دیکھ لینا بغیر اس پر چلنے کے کافی نہیں اسی طرح بغیر علم صحیح کے اس پر چلنا بھی معتبر نہیں (تقابلی جائزہ ص ۲۱)

اگر قاری عبد الرشید صاحب نے ذرا غور کیا ہوتا تو انہیں یہ اشکال ہرگز پیش نہ آتا ہے کیونکہ قرآن کی اگلی آیت اس شبہ کا ازالہ کر رہی ہے کہ صراط الذین انعمت علیھم یعنی ان لوگوں کا راستہ جن پہ انعام ہوا اور جناب کی پیش کردہ آیت میں جس راستے پہ چلنے کا ذکر ہے وہ خواہش نفس ہے لہذا جناب کا اعتراض لغو ہونے کے سوا کچھ نہیں (کنز الایمان اور مخالفین ص ۱۹۰۔ ۱۹۲)

اب موصوف نے کمالین کے ترجمہ کے حوالہ سے اعتراض کیا جبکہ ہم نے معالم التنزیل کے ترجمہ کی عبارت بھی پیش کی تھی جس کا مفہوم بھی کمالین کے مماثل تھا مگر موصوف نے صرف کمالین پہ تبصرہ کر کے ذاتیات پہ حملہ کرنے کی کوشش کی، جو جناب کی مجبوری تھی، کیونکہ جب دلائل پھیکے ہوں تو اس طرح ہی اوراق کو سیاہ کیا جاتا ہے۔ پھر ہم نے لکھا تھا کہ یہاں مراد اس ہدایت پر ثابت رہنا اور جو مرتبہ حاصل ہے اس میں زیادتی کی دعا ہے۔ اور یہ صرف اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے ہی حاصل ہوتی ہے، ہمارے علم پہ موصوف کا اعتراض اس وقت درست ہوتا جب ہمارا اخذ کردہ نتیجہ ترجمہ کے مخالف ہوتا جبکہ ایسا نہیں ہے لہذا ہمارے نزدیک موصوف کا اعتراض علمی نہیں بلکہ صرف اپنے حواریوں کو خوش کرنے کے لئے ہے۔ اہلسنت کے خلاف لکھنے

والے چندے کی توجیہہ کے لئے ہی ایسے خامہ فرسائیاں کی جاتی ہیں، خیر اس کے بعد جناب لکھتے ہیں:۔

''موصوف نے مختلف تفاسیر پیش کر کے جس میں اس سے مراد ہدایت پر ثابت قدم رہنا ہے لکھا ہوا ہے اور پھر یہ کہنا کہ یہ معنی مولوی احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ ہی سے صادق آسکتا ہے، یہ اس وقت ہمارا موضوع نہیں، نیز موصوف کا یہ دعویٰ بھی نرا دعویٰ ہی ہے، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ایک آدمی سیدھے رستے پر چل رہا ہو، مگر علم نہ ہونے کی وجہ سے عمل الٹے کر رہا ہو'' (اعتراضات کا جائزہ ص ۶۹)

یہ ہمارا نرا دعویٰ نہیں بلکہ دلائل سے مزین دعویٰ ہے اور ہمارے قارئین جن کی نظر سے کنز الایمان اور مخالفین گزری ہے بخوبی واقف ہیں، باقی جہاں تک موصوف کا اعتراض ہے تو اس کا جواب ہم اپنے سابقہ مضمون میں دے چکے ہیں اور اس جگہ بھی نقل ہو چکا۔ پھر یہ بھی حیرت کی بات ہے کہ ایک آدمی الٹے کام کر کے بھی موصوف کے نزدیک سیدھے راستے پر چلتا ہے، اگر تو جناب کے نزدیک الٹے کام کرنا سیدھا راستہ ہے اور اس سے مراد دیوبندیت ہے تو یہ الگ بات ہے مگر اسلام میں الٹے کام کرنے والا کبھی سیدھے راستے پہ نہیں چلتا۔ جو شیطان کو راضی کرنے والے کام کرتا ہے وہ شیطان کا راستہ اختیار کرتا ہے، اس کا رحمان سے تعلق نہیں۔ ہاں دیوبندی شریعت سے کچھ بعید نہیں جو شیطان کے راستے کو بھی سیدھا راستہ کہہ دے۔ پھر ہم نے لکھا تھا:۔

''اعتراض:۔ اس عمل کا شرعاً اعتبار نہیں جس کی پشت پر علم صحیح نہ ہو۔ ارشاد خداوندی

ہے۔ ومن اضل ممن اتبع ھوٰہ بغیر ھدی من اللہ یعنی اس شخص سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہوگا اللہ کی رہنمائی کے بغیر اپنی خواہش کا تباع کرے۔ بہر حال ثابت ہو گیا کہ جس طرح سیدھی راہ دیکھ لینا بغیر اس پر چلنے کے کافی نہیں اسی طرح بغیر علم صحیح کے اس پر چلنا بھی معتبر نہیں تقابلی جائزہ ص ۲۱)

اگر قاری عبدالرشید صاحب نے ذرا غور کیا ہوتا تو انہیں یہ اشکال ہرگز پیش نہ آتا ہے کیونکہ قرآن کی اگلی آیت اس شبہ کا اذالہ کر رہی ہے کہ صراط الذین انعمت علیھم یعنی ان لوگوں کا راستہ جن پہ انعام ہوا اور جناب کی پیش کردہ آیت میں جس راستے پہ چلنے کا ذکر ہے وہ خواہش نفس ہے لہذا جناب کا اعتراض لغو ہونے کے سوا کچھ نہیں'' (کنز الایمان اور مخالفین ۱۹۱۔ ۱۹۲)

اس پہ جناب لکھتے ہیں:۔

''جناب جی کاش کہ آپ دوسروں کو غور و فکر کی دعوت دینے کی بجائے خود بھی غور کرتے، اس لیے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اس آیت کا ترجمہ یہ کیا: ''راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا'' (کنز الایمان) خان صاحب نے اس ترجمہ میں ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں داخل کر دیا، کیونکہ احسان غیر ذوی العقول۔۔ پر بھی ہے۔ اب مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے بقول ہمیں ان جیسوں کے رستے پر چلا، جو ہرگز قرآن مفہوم نہیں، اسی لیے تو قاری عبدالرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا کہ محض رستے پر چلنا کافی نہیں'' (اعتراضات کا جائزہ ص ۷۰)

عرض ہے کہ جناب ہم نے جو غور و فکر کی دعوت دی تھی شاید درست نہ تھی کیونکہ آپ کا

استدلال اس بات کی وضاحت کے لئے کافی ہے کہ یہ کام آپ کے لئے ممکن نہیں۔ موصوف اس بات سے لاعلم ہیں کہ غیر ذوی العقول شریعت کے مکلف نہیں اس لئے جناب کا اعتراض لغو ہی نہیں جہالت پہ مبنی ہے، ہم حیران ہیں کہ دیوبندی فارغ التحصیل حضرات کا یہ عالم ہے کہ سبحان اللہ تو کیا ان للہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ پھر شاید موصوف کا نظریہ امین اوکاڑوی کے مماثل ہے، سخی داد خوستی لکھتے ہیں:۔

''مگر مولانا اوکاڑوی کے نزدیک گائے، گدھے اور کتے وغیرہ بھی انسانوں میں شمار ہے'' (ایک غلط نظر ص ۴۳)

شاید ہمارے معاند بھی یہی نظریہ رکھتے جو غیر ذوی العقول کو شریعت کا مکلف، مان بیٹھے ہیں، اس لئے اگر کوئی علماء دیوبند میں اہل علم موجود ہے تو انہیں موصوف کے علم میں اضافہ کرنا چاہئے، مگر کیا جائے، ایں ہمہ خانہ خراب است۔ جناب مزید لکھتے ہیں:۔

''بات صرف راجح مرجوح کی ہے کسی کے نزدیک ''سیدھا رستہ دکھا دے'' راجح ہے کسی کے نزدیک ''سیدھا رستہ پر چلا دے'' راجح ہے، ہماری ساری گفتگو اس بنیاد پر تھی کہ سیدھا رستہ دکھا دے کو آپ کے لوگوں نے گمراہی پر محمول کیا اور پھر ہم نے حوالہ جات کے ڈھیر لگا دیے کہ اس فتوے کی زد میں سب آ رہے ہیں، رضا خانیوں کو جواب نہیں دیا، الٹا مولوی احمد رضا صاحب بریلوی کے ترجمہ پر کمر باندھے ہیں: سوال گندم جواب چنا'' (اعتراضات کا جائزہ ص ۱۷)

اس آیت کے ترجمہ کے حوالہ سے موقف یہی ہے کہ دونوں تراجم فی

نقہ درست ہیں مگر فوقیت اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو ہے، اور ہمارے جن حضرات نے تنقید کی ہے ان کا مقصد اس ترجمہ کے بلمقابل امام اہلسنت کے ترجمہ کی فوقیت واضح کرنا ہے، اسی چیز کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہم نے گفتگو کی تھی جس کا موصوف کوئی جواب نہ دے پائے، پھر یہ کہنا کہ جواب نہ دیا یہ بھی جناب کی خام خیالی ہے، ہم جناب کے حوالہ جات کے ڈھیر کو ڈھیر کر دیا تھا، جیسا کہ ہم مضمون ہذا میں بھی نقل کر چکے، مگر موصوف اس پہ جوابی قلم ہرگز نہ چلا سکے۔ اس کے بعد جو الیاس گھمن کے حوالہ سے بات کی تو گھمن صاحب کہتے ہیں:۔

"ہم یہ نہیں کہتے اللہ ہمیں سیدھا راہ دکھادے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ ہم کو سیدھے راستے پہ چلادے" (دروس القرآن ص ۶۰)

گھمن صاحب نے واضح اقرار کیا ہے کہ سیدھا راستہ دکھا یہ مراد نہیں بلکہ سیدھے راستے پہ چلانا مراد ہے۔ اس لئے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو ہی فوقیت حاصل ہے۔

## مکر کا ترجمہ

اس جگہ موصوف نے یہ رونا رویا ہے کہ بات آپ کے فتاویٰ جات کی تھی اس کا آپ نے جواب نہیں دیا، جبکہ آگے چل کر جناب نے خود ہمارے جواب کو نقل کر کے اس پہ خامہ فرسائی کی ہے، جناب کی ساری تحریر ہی تضادات سے پر ہے۔ خیر اس آیت کے ترجمہ کے حوالہ سے عرض ہے کہ ہم نے عبدالحمید سواتی صاحب سے نقل کیا تھا:۔

"عبدالحمید سواتی صاحب لکھتے ہیں:۔

"بعض اوقات لفظ مکر سے غلط فہمی ہوتی ہے۔ اردو اور پنجابی میں مکر سے مراد فریب اور

دھوکا ہے۔ جب کہ عربی زبان میں یہ لفظ خفیہ تدبیر کے لئے بولا جاتا ہے" (معالم العرفان ج ۴ ص ۱۸۲)

اس لئے جب اردو میں ترجمہ کیا جائے گا تو مکر کا لفظ استعمال نہیں ہوگا" (کنز الایمان اور مخالفین ص ۱۹۵)

اس کی تردید تو موصوف نے کی نہیں بس یہی کہا کہ اصل بحث آپ کے فتاویٰ جات پہ ہے، جب کہ ہم نے اپنی کتاب میں بھی اس بات کو واضح کیا تھا کہ محض لفظی ترجمہ پہ فتویٰ نہیں بلکہ اس تنقید کا تعلق دیوبندی عقیدہ کے ساتھ ہے، چنانچہ ہم نے لکھا تھا:۔

"کیونکہ دیوبندی حضرات نے اپنے مخصوص نظریات کی ترویج کے لئے ترجمہ قرآن کو مشق ستم بنایا جس کی ہم سردست صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ دیوبندی حضرات کا عقیدہ ہے کہ

"مقدور العبد مقدور باری تعالیٰ ہے" (تزکرۃ الخلیل ۱۴۱)

اب اپنے اس مخصوص عقیدے کو ذہن میں رکھتے ہوئے دیوبندی حضرات نے مکر، ہنسنا، بھول جانا جیسے الفاظ کی نسبت اللہ کی طرف کی ہے۔ کیونکہ ان حضرات کے نزدیک اللہ تعالیٰ ہر وہ کام کر سکتا ہے جس کو کرنے پہ ابن آدم قادر ہے لہذا ان کے تراجم میں ان الفاظ کی نسبت مجازی نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں سمجھی جائے گی۔ چنانچہ اگر کسی نے دیوبندی ترجمہ پہ گرفت کی ہے تو وہ ان کے نظریہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کی ہے اور بالفرض اگر وہی ترجمہ کسی سنی عالم دین نے اپنے ترجمۃ القرآن میں کیا ہو تو ہم اس کو مجازی معنی میں محمول کریں گے۔ یہ تمام مذکورہ بالا گفتگو ہم نے دیوبندی حضرات

کی عبارات کی روشنی میں کی ہے۔ جناب قاضی مظہر حسین صاحب لکھتے ہیں:۔

"یہاں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب مفسر دہلوی نے ذنب کا ترجمہ جو گناہ لکھا ہے تو وہ مجازا اور صورتا نہ کہ حقیقتا۔ کیونکہ محکم آیات سے امام المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلقا معصوم ہونا ثابت ہے اور اس دور میں چونکہ اہل سنت والجماعت کے عقائد سے تعلیم یافتہ لوگ واقف تھے اور علمی طور پت ایسے مسائل حل کئے جاتے تھے اس لئے ذنب کا معنی گناہ لکھنے سے غلط فہمی کا موقع کم ہوتا تھا" (علمی محاسبہ ص ۲۹۸)

قارئین اس حوالہ بالا سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ترجمہ قرآن میں عقیدے کا دخل ہوتا ہے اور حکم مترجم کو دیکھ کہ لگتا ہے۔ لہذا جب کسی اہل سنت کے کسی بزرگ نے لفظی ترجمہ کیا ہوتو اسے مجازی معنی پہ محمول کریں گئے۔ لیکن ایسا شخص جو انبیاء کی طرف گناہ کی نسبت حقیقی طور پہ کرے اس کو مجازی معنی کی تاویل سود مند نہ ہوگی" (کنز الایمان اور مخالفین ص ۷۳۔ ۷۴)

ایسے ہی لکھا تھا:۔

۔پھر ان تراجم میں اللہ رب العزت کی طرف مکر، داؤ، چال، ہنسی کرنا جیسے الفاظ کی نسبت ہے جو دیوبندی عقائد کی ترجمان ہے۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ہے:۔

"افعال قبیحہ مقدور باری تعالی ہیں" (الجہد المقل ج ا ص ۸۳)

اس لئے اگر ان الفاظ کی نسبت اللہ کی طرف تسلیم کی جائے تو اس سے دیوبندی عقیدے کو تقویت ملتی ہے کہ مکر، داؤ، فریب جیسے افعال یہ افعال قبیحہ ہیں اور ان کی نسبت خود قرآن میں اللہ رب العزت کی طرف موجود ہے جبکہ حقیقی صورت حال ہم

پہلے واضح کر چکے کہ ان الفاظ کی نسبت بطور جزا کے ہے۔ مگر دیوبندی حضرات کیونکہ ان صفات سے اللہ کو متصف مانتے ہیں (محال بالغیر مگر ممکن بالذات سمجھتے ہیں) اس لئے ان کی نسبت بطور حقیقی سمجھی جائے گی لہذا بالفرض اگر کسی اہلسنت کے عالم نے ان الفاظ کی نسبت ترجمہ میں اللہ کی طرف کی ہے تو اس کو ان کا تسامح تو کہا جا سکتا ہے مگر کیونکہ یہ ان کا عقیدہ نہیں لہذا ان پہ کوئی فتویٰ نہیں لگے گا۔ اب جہاں تک بات ہے گھمن صاحب کے پیش کردہ حوالے کی تو عرض ہے کہ پہلی بات تو یہ کہ "ضیاء القرآن" کرم شاہ بھیروی کی ہے نہ پیر مہر علی شاہ صاحب کی۔ پھر پیر صاحب کا تعلق گولڑہ سے بھیرہ سے نہیں۔ اگلی بات عرض ہے کہ دیوبندی حضرات پہ گرفت ان کے عقیدے کی وجہ سے ہے۔ جس کی صفائی ان پہ لازم آتی ہے (کنز الایمان اور مخالفین ص ۳۳۶۔۳۳۷)

اب یہ کہنا کہ وضاحت نہیں کہ محض طفل تسلی ہے اور کچھ نہیں۔ پھر موصوف نے جو حوالہ جات پیش کئے تھے ان کا ہم نے یوں جواب دیا تھا:۔

"۱۔ جناب نے سب سے پہلے حدائق بخشش حصہ سوم کا حوالہ پیش کیا جو ہمارے نزدیک معتبر نہیں۔

۲۔ پھر جناب نے فیض احمد اویسی کی عبارت نقل کی جس میں خود اس کی وضاحت موجود ہے کہ وہاں معنی خفیہ تدبیر ہے اسطرح دیگر حوالہ جات بھی یہی حال ہے۔ سعیدی صاحب فرماتے ہیں:۔

"اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف مکر کی نسبت ہو تو اس سے مراد خفیہ تدبیر ہے

"(تبیان القرآن ج ۲ ص ۱۸۰)

اسی طرح مفتی احمد یار خان صاحب نے بھی اس کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا:۔

"اور اللہ نے انہیں بچانے کی اہم اور خفیہ تدبیر کی" (تفسیر نعیمی ج ص ۴۷۰)

جہاں تک بات سابقہ اکابر کے ترجمہ کی تو ان حضرات نے یہ لفظ عربی اور فارسی میں لکھا ہے جس کا معنی اردو میں خفیہ تدبیر ہے نہ کہ مکر جیسا کہ ہم سواتی صاحب کے حوالے سے وضاحت کر آئے ہیں۔ (کنز الایمان اور مخالفین ص ۱۹۹۔۲۰۰)

اب اس کے جواب میں موصوف لکھتے ہیں:۔

موصوف نے اس کا تو کوئی جواب نہ دیا، سوائے اس کے کہ جن لوگوں نے مکر کی نسبت کی ہے انہوں نے وضاحت بھی کی ہے تو کیا علمائے دیوبند نے مکر کی وضاحت نہیں کی

"(اعتراضات کا جائزہ ص ۷۲)

اولاً تو جناب خود لکھتے ہیں:۔

"پھر وہاں حضرت گھمن ترجمہ نہیں کر رہے تفسیر کر رہے ہیں، دونوں کے اصول الگ الگ ہیں" (اعتراضات کا جائزہ ص ۷۲)

جب اصول الگ الگ ہیں تو جناب پھر آپ استدلال کیوں فرما رہے ہیں؟ ثانیاً یہ عبارات ترجمہ نہ تھیں جن پہ اعتراضات ہوتا بلکہ تفسیر وغیرہ کی عبارات تھیں جن کی وضاحتیں خود مصنفین نے کی تھیں اور دیوبندی ترجمہ کی وضاحت ان کا عقیدہ کرتا ہے جس کا جواب دینے سے جناب قاصر رہے۔ پھر لکھا:۔

''نیز شیخ سعدی، شاہ ولی اللہ، شیخ عبدالحق کے حوالے سے ہم نے اسی مکر کے لفظ کو نقل کیا جسے رضاخانی گیارہویں شریف کا حلوہ سمجھ کر ہضم کر گئے'' (اعتراضات کا جائزہ ص ۷۲)

موصوف نے یہ بھی خوب حربہ استعمال کیا ہے جس بات کا جواب دینے سے موصوف عاجز ہوں اس کے متعلق یہ کہہ کر گلو خاصی کر دی کہ جواب نہیں آیا، جب کہ ہم نے دو ٹوک لکھا تھا:۔

''جہاں تک بات سابقہ اکابر کے ترجمہ کی تو ان حضرات نے یہ لفظ عربی اور فارسی میں لکھا ہے جس کا معنی اردو میں خفیہ تدبیر ہے نہ کہ مکر جیسا کہ ہم سواتی صاحب کے حوالے سے وضاحت کر آئے ہیں (کنز الایمان اور مخالفین ص ۲۰۰)

اب یہ کہنا کہ جواب نہیں آیا عجیب ڈھٹائی ہے، پھر لفظی ترجمہ کی وضاحت ہم بارہا کر چکے کہ اس فتویٰ کس اعتبار سے ہے، اعادہ کی حاجت نہیں، پھر ہم نے عبدالحمید صاحب نقل کیا تھا:۔

''بعض اوقات لفظ مکر سے غلط فہمی ہوتی ہے۔ اردو اور پنجابی میں مکر سے مراد فریب اور دھوکا ہے۔ جب کہ عربی زبان میں یہ لفظ خفیہ تدبیر کے لئے بولا جاتا ہے'' (معالم العرفان ج ۴ ص ۱۸۲)

جناب اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''جہاں تک مولانا عبدالحمید سواتی صاحب کا یہ کہنا کہ بعض اوقات مکر کے لفظ سے غلط فہمی ہوتی ہے تو وہ بالکل ٹھیک کہا، وہ غلط فہمی بریلوی جیسے کج فہموں کو ہوتی ہے

(اعتراضات کا جائزہ ص ۷۳)

ہمارے قارئین کی نظروں پہ بار نہ ہو تو وہ ایک دفعہ پھر جناب سواتی صاحب کی عبارت کو بغور ملاحظہ فرمائیں، اس میں کس جگہ اس بات کی صراحت ہے کہ بریلویوں کو غلط فہمی ہوتی ہے، بلکہ اس جگہ انہوں نے دوٹوک تسلیم کیا ہے یہ لفظ ہی غلط فہمی کو جنم دیتا ہے اور جناب کے فتویٰ سے کج فہم ٹھہرے، ویسے ان کے جاہل ہونے میں تو کسی کو تردد نہیں کیونکہ خود ان کے حکیم الامت اپنے مریضوں کا حال بیان کر چکے ہیں کہ چھنٹ چھنٹ کر بد فہم ان کے حصہ میں آئے، لیکن جناب کے فتویٰ نے بھی اس پہ مہر ثبت کر دی۔ اس کے بعد وہی فتاویٰ جات کا راگ الاپہ جس کی وضاحت تو ہم اپنی کتاب میں ہی کر چکے ہیں۔ اس کے بعد جناب لکھتے ہیں:۔

"پھر ہم نے اس پر بطور معارضہ "استہزا" کا لفظ پیش کیا تھا اس پر یہ کہنا کہ جہالت کا ثبوت ہے استہزا عربی کا لفظ ہے (کنز الایمان اور مخالفین ص ۱۹۵) تو کیا مکر یونانی زبان کا لفظ ہے؟ وہ بھی تو عربی ہے، تبسم شاہ کا یہ کہنا کہ مکر کا لفظ اردو میں برے معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے استہزاء نہیں تو یہ بھی ان کی خود ساختہ تقسیم ہے" (اعتراضات کا جائزہ ص ۷۳)

جواباً عرض ہے کہ اگر یہ خود ساختہ تقسیم ہے تو موصوف کو چاہئے تھا کہ کسی ٹھوس حوالہ سے ثابت کرتے، پھر یہ کہنا کہ اردو لغت میں یہ معانی ہیں یہ بھی موصوف کی جہالت ہے اول تو دیوبندی حضرات نے لفظ مکر کی نسبت کو قائم رکھتے ہوئے داؤ یا چال کا ترجمہ کیا جیسا کہ ہم نے وضاحت کی تھی:۔

جہاں تک معترض صاحب کا استہزاء پہ لغت اردو کے حوالے سے اعتراض کرنا ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے کیونکہ استہزاء کا لفظ عربی کا ہے اور امام اعلی اہلسنت نے اس لفظ کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ جوں کا توں قائم رکھا ہے اور دیوبندی حضرات نے مکر کا ترجمہ چال، داوو غیرہ کیا ہے۔

اور داؤ چلا اللہ نے (تفسیر فہم القرآن ج ۱ ص ۲۳۱)

اور اللہ کا داو سب سے بہتر ہے (تفسیر جواہر القرآن ص ۱۵۵)

اور اللہ نے بھی داو کیا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے (اردو ترجمہ قرآن مجید از امداد اللہ انور ص ۹۳)

اور اللہ نے بھی ان کے مقابلے میں چال چلی اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے (تفسیری ترجمہ ص ۱۰۷)

اس کا موصوف کوئی جواب نہ دے پائے اور زاغ کا شور بہ سمجھ کر حصول ثواب کی خاطر نوش فرما گئے، ہم پہلے عرض کر چکے کہ الفاظ کے معانیٰ کا تعین روزمرہ کے محاورے کے مطابق ہوتا ہے، عربی میں ذلت یا کذب کے الفاظ مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتے ہیں مگر اردو میں ان کے معنیٰ روزمرہ کے محاورے کے مطابق بدل جاتے ہیں اور اردو میں لفظ مکر غلط فہمی کو جنم دیتا ہے، اس کی وضاحت ہم نے دیوبندی حوالہ جات سے کی تھی، اس کا جواب دینے سے بھی موصوف قاصر رہے۔ خیر استہزاء کی نسبت اگر اردو میں قابل اعتراض ہے تو موصوف اپنے اصول سے کسی ٹھوس حوالہ سے ثابت کریں اگر تبسم صاحب بابائے اردو نہیں تو موصوف کو بھی اہل زبان ہونے کا ایوارڈ کسی

نے نہیں دیا اس لئے ان کا دعویٰ دلیل کا محتاج ہے، اور لفظ کا مکر کا قابل اعتراض ہونا سواتی صاحب سے نقل ہو چکا۔ باقی ہم نے جو لکھا تھا کہ ترجمہ قرآن میں عقیدہ کا دخل ہوتا ہے اس پہ موصوف نے کہا کہ بریلوی حضرات تسلیم نہیں کرتے جبکہ عرض ہے کہ ہم نے تو دیوبندی مسلمات کی روشنی میں گفتگو کی تھی، ابوالحسنین ہزاروی لکھتے ہیں:۔

"بطور گواہ کسی کو پیش کرنے کے لئے ایسے شخص کا انتخاب ضروری ہے جو مدعا علیہ کے ہاں معتبر ہو۔ ظاہر ہے کہ شیعہ کیخلاف اگر سنی عالم کی گواہی پیش کی جائے تو شیعہ اس کو قبول نہیں کرے گا" (حقیقی دستاویز ص ۸)

اس لئے ہم نے دیوبندی حضرات کے اپنے حوالہ جات سے اپنے دعویٰ کو ثابت کیا تھا مگر موصوف جواباً کہتے ہیں کہ بریلوی اس اصول کو تسلیم نہیں کرتے، خالد محمود لکھتے ہیں:۔

"عام مغالطے انہی کتابوں سے دور کئے جاتے ہیں جن کے حوالوں سے مخالفین اپنے مسلک کی راہیں ہموار کرتے ہیں سو مناسب ٹھہرتا ہے کہ ان الزامات کی صفائی انہی کتابوں سے پیش کی جائے جن کے حوالوں سے مخالفین استدلال کرتے ہیں حوالے جن کتابوں کے ہوں ان کی وضاحت انہی کتابوں سے لینا عین عدل و انصاف ہے" (تجلیات آفتاب ج ۱ ص ۲۰)

لہٰذا عدل و انصاف یہی تھا کہ موصوف ہمارے پیش کردہ حوالہ جات پہ تبصرہ کرتے مگر

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

پھر موصوف کو تو اس اصول سے بہت چڑ ہے، لیکن اس کے باجود ان کے اپنے قلم سے

ہم اسی اصول کا تذکرہ کئے دیتے ہیں:۔

''اگر رضا خانی حضرات نے مختصر المعانی یا تلخیص المفتاح یا مطول وغیرہا کو پڑھا ہوتا تو ان کی عقل میں بات آجاتی مگر علم سے کورا ہونے کی وجہ سے معترض ہوئے۔ مختصر المعانی میں اسناد حقیقی ومجازی کی بحث میں ایک مثال پیش کی گئی ہے وہ یہ ہے:۔

انبت الربیع البقل کہ موسم بہار نے فصل اگائی۔ اب یہ حقیقی معنی پر بھی محمول ہوسکتا ہے اور مجازی بھی۔ اگر کافر کہے گا تو اسناد حقیقی ہے یعنی اس کا عقیدہ ہے کہ موسم بہار نے فصل وغیرہ کو لگایا۔ اور اگر مسلمان کہے گا تو یہ اسناد مجازی ہوگی کہ اللہ نے موسم بہار کے ذریعے اگایا۔ تو یہ اسناد مجازی ہوگئی کہ یہ اگانا بہار کی طرف جو منسوب ہے وہ محض مجازی طور پر ہے چونکہ موسم بہار کے آنے سے فصل ظاہر ہوئی تو اس کی طرف نسبت کر دی گئی ہے۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: مختصر المعانی مع الحاشیہ۔ ص ۵۲۔۵۷۔ بہر حال ثابت ہوا کہ کافر کرے گا تو مطلب کچھ اور ہوگا اگر وہی بات مسلمان کرے گا تو مطلب کچھ اور ہوگا اکابر و اسلاف میں یہ مسلم اور خود رضا خانیوں کو بھی یہ مسلم ہے جیسا کہ آئے گا۔ اب دیکھئے ان اشعار کو رضا خانی کہے گا تو مطلب کچھ اور ہوگا کہ ان کے عقائد میں شرک بھرا ہوا ہے اور اگر سنی دیوبندی مسلمان بلکہ مسلمانوں کے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن کہیں گے تو مطلب اور بات کچھ اور ہوگی''۔ (دفاع اہل السنۃ والجماعۃ ص ۲۷۹)

جناب نے نہ صرف اس اصول کو خود تسلیم کیا کہ بلکہ اکابر اسلاف و خود اہلسنت کے نزدیک بھی مسلم مان کر اپنے سارے مضمون پہ پانی پھیر دیا ہے۔ خود تسلیم کر لیا کہ

عقیدہ بدلنے سے مطلب بدل جائے گا، لہذا خود موصوف نے ہی ہماری بات کو تسلیم کر

بالکد الله، یعنی

میری اور رقیب کی راہیں تجھیں جدا جدا
آخر کو ہم دونوں در جاناں پہ جا ملے

ی صاحب مزید لکھتے ہیں:۔
ب سے پہلے تو ایک اصول مسئلہ سمجھ لیں کہ شرک و کفر اور ایمان کا دار و مدار عقیدہ پر
ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ایک ہی لفظ یا جملہ درست ہوگا لیکن اگر کسی اعتقاد فاسد کی بنیاد پر
ے استعمال کیا جائے تو وہ کفر و شرک ہوگا۔ اس کی بہت ہی عام فہم مثال ہمارے ہاں
ربان کی کتابوں میں اس طرح ذکر کی گئی ہ کہ دیکھو "انبت الربیع البقلی" اگر اس جملہ کو
یک دہریہ پڑھے گا تو معنی یہ ہوگا کہ "موسم بہار نے فصل اگائی" لیکن اگر ایک مسلمان
ں جملے کو پڑھے گا تو اس کا مطلب ہوگا کہ نہیں یہ سب کچھ کرنے والی ذات صرف
ہ کی ہے (مختصر المعانی) پہلی صورت میں یہ جملہ کفریہ ہے جبکہ صورت ثانی میں یہ
ملہ بالکل درست ہے۔۔۔۔ تو معلوم ہوا کہ شاعر کو دیکھ کر فیصلہ کیا جائے گا یعنی اگر
شاعر بد عقیدہ ہو جیسا کہ بدعتی حضرات ہیں تو پھر فتاوی جات یونہی سخت ہونے چاہیں
ہوا اگر حضرت مولانا تھانوی جیسا متبحر عالم ہو اور حاجی امداد اللہ صاحب جیسا موحد
ہوں تو پھر معنی و مطلب حسن شعر پر معمول کیا جائے اور شعر کی تاویل کی جائے گی
(تذکیر شرح نحو میر ص ۱۲۶۔۱۲۷)

ہے ہی موصوف نے اپنے ایک مضمون میں شیخ مجدد الف ثانی کی مندرجہ ذیل

عبارت نقل کی:۔

وہ کلمہ جس کا ظاہر علوم شریعت کے مخالف ہو اگر کسی آدمی سے صادر ہو جائے تو دیکھنا چاہئے کہ اس کا قائل کون ہے اگر ملحد اور زندیق ہے تو اس کا رد کرنا چاہئے اور اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے اور اگر اس کلمہ کا قائل مسلمانوں میں سے ہو اور خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہو تو اس کی بات کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے اور اس کیلئے صحیح محمل پیدا کرنا چاہئے (ماہنامہ ترجمان احناف جلد نمبر ۲، شمارہ نمبر ۵ ط ، جنوری ۲۰۱۵ ص ۵۲)

ہم کہتے ہیں عبارت بالا سے ہمارے موقف کی دوٹوک تائید ہو جاتی ہے، اب ہم حیران ہیں کہ ایک طرف تو موصوف خود اپنی کتب و مضامین میں ہمارے موقف کے موافق گفتگو کرتے پائے جاتے ہیں، مگر جب لاجواب ہو جاتے ہیں، تو سرے سے ہی انکار کر دیا جاتا ہے، یا پھر ایسا موقف ہمارے سر منڈھا جاتا ہے جس کا تذکرہ ہماری کتاب میں تو کیا، حاشیہ خیال میں بھی نہیں۔ خیر اسی اصول پہ ہم دیوبندی حضرات کی مزید دوٹوک عبارات پیش کئے دیتے ہیں۔ خالد محمود لکھتے ہیں:۔

"کسی کلام میں متکلم کی مراد کیا ہے اس کے لئے متکلم کے دوسرے بیانات کو بھی سامنے رکھا جاتا ہے جب کوئی صحیح العقیدہ شخص کہے کہ موسم بہار نے سبزہ اگایا تو یہاں نسبت مجازی سمجھی جائے گی۔ اور جب یہ جملہ کوئی نیچری کہے تو اس میں نسبت حقیقی مراد لی جائے گی۔ اور اس کی بات اس کے عقیدہ کی روشنی میں سمجھی جائے گی (مناظرہ ناروے ص ۴، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ ناروے)

خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں:۔

کسی کلام کا معنی و مقصود متعین کرتے ہوئے ضروری ہے کہ صاحب کلام کی فکر اور اس کے خیالات کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔ اگر ایک شخص کا مومن اور موحد ہونا معلوم ہو اور وہ کوئی ایسی بات کہے جس کی دو تشریحات کی جاسکتی ہوں، ایک عقیدہ توحید سے مطابقت رکھتی ہو، اور دوسری مشرکانہ فکر سے، تو ظاہر ہے کہ اس کلام کی تشریح میں پہلی صورت کو ملحوظ رکھا جائے گا اور یہی بات کسی مشرک کی زبان سے نکلے، تو اس کے کلام کو مشرکانہ تصور کیا جائے گا (کتاب الفتاویٰ ج ا ص ۳۱۴، زمزم پبلشرز)

جناب ابوایوب صاحب لکھتے ہیں:۔

"ایک ہی بات مسلم کہے اور وہی اکفر کہے، تو معنی ہر ایک کے عقیدہ کے مطابق لیا جائے گا مثلاً انبت الربیع البقل مسلمان نے بھی کہا اور اکفر نے بھی مسلمان کا مقصد تو یہ تھا کہ خدا تعالیٰ موسم بہار کے ذریعے فصل کو اگایا۔ اس نے موسم کے طرف نسبت مجازاً کی ہے اور جب کافر کہے معنی یہ ہے کہ موسم بہار نے فصل کو اگایا۔ اس نے یہ بات حقیقۃً کہی ہے کیونکہ اس کا خدا پر اعتقاد نہیں (ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس ص ۲۵۴)

سرفراز خانصاحب لکھتے ہیں:۔

"خانصاحب نے یا ایھا النبی کے معنی اے غیب بتانے والے نبی کئے ہیں ہم اس پر تنقید متین میں گرفت کی کہ اگر غیب سے بعض خبریں مراد ہیں تو بجا ہے لیکن کلی غیب مراد ہے جس میں تمام خبریں شامل ہوں تو یہ درست نہیں" (اتمام البرھان ص ۱۸)

ان تمام عبارات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ معنی کا تعین قائل کے عقیدہ کے پیش نظر کیا جائے گا اور اسقدر حوالہ جات نقل کرنے کے بعد مزید تفصیل کی حاجت تو نہیں، مگر آخر میں اتمام حجت کے لئے ایک فیصلہ کن حوالہ مزید رقم کیا جاتا ہے، موصوف کے حکیم الالامت اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

جس شخص کا کفر ثابت ہو جائے اس کے اقوال و افعال محتملہ الکفر والسلام میں تاویل کرنے سے اس کا کفر مانع ہوگا۔۔۔۔۔اور قسم ثانی کا صدور اگر مسلمان سے ہوتا تو اس میں تاویل کر کے مباح یا معصیت پر محمول کیا جاتا۔ مگر جب اس کا صدور کافر سے ہے تو تاویل کی ضرورت نہیں" (الحکم الحقانی فی الحزب الاغاخانی ص ۸)

رسائل چاندی پوری کے صفحہ ۱۷۶ پہ بھی یہی عبارت موجود ہے۔ باقی ایک ہے ترجمہ کا درست یا غلط ہونا اور ایک اس پہ حکم کی بحث ہے جناب نے دونوں کو گڈ مڈ کیا، اور جہاں پھنس گئے وہاں صرف بحث اس حد تک محدود کی کہ بات فتاویٰ جات کی ہو رہی ہے، مگر دوسری طرف لکھا:۔

"ہمارے سارے مضمون کا مقصد صرف یہ بتانا تھا کہ بریلوی حضرات نے علمائے دیوبند کے تراجم پر جو اعتراضات کئے ہیں وہ جہالت پر مبنی ہیں اور علمائے دیوبند کے تراجم درست ہیں" (اعتراضات کا جائزہ ص ۷۶)

معترض کا انداز بھی عجیب ہے یوں تو سارے مضمون میں فتاویٰ جات پہ تکلیف کا اظہار کرتے رہے یہاں آ کر نفس ترجمہ کے درست ہونے کی بات کر دی، جبکہ مضمون کا سارا مضمون اس بحث سے خالی ہے، مثال کے طور پہ ذبیحہ کے ترجمہ میں ہم نے

حسین احمد مدنی سے نقل کیا تھا کہ ذنب کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف درست نہیں ہے کہ موصوف نے اس کا ذکر تک نہیں کیا، ایسے ہی گھمن صاحب سے راستہ چلا مراد نقل کیا اس کا بھی جواب نہ دیا، سواتی صاحب کی تنقید کا جواب بھی نہ دے پائے جس کا تعلق اصل ترجمہ سے تھا، خیر جہاں تک ذنب کی بحث تو اس کا جواب اوراق سابقہ پہ رقم کیا جا چکا۔ جبکہ مقدور العبد کی بحث دست وگریباں کے جوابی سلسلہ کی تیسری جلد میں شامل ہے۔ آخر میں موصوف کا یہ کہنا کہ ۲۵ مارچ کو کتاب ہاتھ لگی اور ہم نے آج ہی جواب لکھ دیا کافی مضائقہ خیز ہے دو سال بعد اس کا قسم کا گھسا ہوا، پھسپھسا جواب لکھ کر جناب کی تعلیاں بھی قابل دید ہیں، خیر ہمیں یہ رسالہ ۱۰ اکتوبر کو ملا، جس پہ مصروفیت کے بعث تبصرہ نہ ہوسکا آج مورخہ ۲۰ اکتوبر کو جناب کے مضمون پہ تبصرہ مکمل ہوا۔ ہم نے انتہائی اختصار کے ساتھ گزارشات پیش کی ہیں، ان کی بھی حاجت نہ تھی کیونکہ موصوف نے اصل بحث کو تو چھیڑا ہی نہ تھا، لیکن احباب کے اصرار پہ یہ چند صفحات ہدیۂ قارئین ہیں، اللہ انہیں قبول فرمائے اور عامۃ الناس کے لئے نافع بنائے۔

## مرصاد کا معنی

ہم نے اس بحث میں لکھا تھا:۔

ان ربک لبالمرصاد

بے شک تیرا رب ہے گھات میں (محمود الحسن)

دیوبندی ترجمہ پہ قابل گرفت یہ بات تھی کہ گھات میں ہونے کا مطلب ہوتا ہے کہ

دوسرے سے نظر بچا کر چھپ کر بیٹھنا اور یہ معنی اللہ کی شان کے لائق نہیں اور اس جگہ وہی معنی مراد ہیں جو اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں موجود ہیں (کنز الایمان اور مخالفین ۲۹۵)

اس میں جناب کو اعتراض ہے کہ ہمارا بیان کردہ مطلب گھات کے لفظ سے عرف میں کس نے مراد لیا ہے، ہم جناب کے علم میں اضافہ کئے دیتے ہیں، عبد الحمید سواتی لکھتے ہیں:۔

''جس طرح شکاری گھات میں لگا ہوتا ہے۔ جونہی شکار کو غافل پاتا ہے، فوراً حملہ کر دیتا ہے'' (معالم العرفان ج ۲۰ ص ۲۶۴)

نسیم احمد غازی لکھتے ہیں:۔

''گھات، یعنی ایسا بلند مقام جہاں بیٹھ کر کوئی شخص دور دور تک لوگوں کو دیکھ سکے، اور انکے اعمال و افعال کی نگرانی کر سکے اور وہ لوگ اسے نہ دیکھ سکیں (درسی تفسیر ص ۲۰۵)

مفتی مزمل حسین مظفر لکھتے ہیں:۔

''یعنی جیسے کوئی شخص گھات میں پوشیدہ رہ کر آنے جانے والے کی اور اس کے اعمال احوال کی خبر رکھتا ہے'' (دروس القرآن ص ۱۵۸)

حسین احمد صاحب ھردواری لکھتے ہیں:۔

یعنی گھات کی جگہ کہ جہاں بیٹھ کر کوئی شخص دور دور تک لوگوں کو دیکھ سکے اور ان کے افعال و اعمال کی نگرانی کر سکے، اور وہ لوگ اس کو نہ دیکھ سکیں'' (تدریس قرآن ۷۵

اس کے بعد جناب نے مفتی اقتدار نعیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے گفتگو کی
جس پہ سرے دست ہم جناب کی توجہ ان کے اپنے رقم کردہ اصول کی طرف منعطف
کروانا چاہتے ہیں، جناب نے عامر عثمانی کی تائید میں پیش کردہ حوالہ جات کے
جواب میں لکھا ہے کہ کیونکہ اس نے مولانا حسین احمد مدنی پہ تنقید کی ہے لہذا یہ معتبر نہیں
تو جناب اعلی حضرت سے لیکر مولانا احمد سعید کاظمی سب پہ تنقید کرنے والی شخصیت کو
معتبر کیسے کہا جا سکتا ہے؟ کچھ اپنے لکھے ہوئے اصولوں کی ہی پاسداری کر لیا کریں
اس کے بعد کہا کہ ایوب صاحب کے حوالہ جات کا جواب نہیں آیا تو جواباً عرض ہے
کہ پہلا حوالہ ضیاء القرآن کا ہے جس میں گھات کی صراحت موجود نہیں۔ دوئم علامہ
سعیدی یا علوی مالکی صاحب نے ترجمہ نہیں کیا بلکہ تفسیر بیان کر رہے ہیں اور آپ خود
لکھتے ہیں:۔

"پھر وہاں حضرت گھمن ترجمہ نہیں کر رہے تفسیر کر رہے ہیں دونوں کے اصول الگ
الگ ہیں" (اعتراضات کا جائزہ ص ۷۲)

لہذا جب اصول الگ الگ ہیں تو پھر ان حضرات تفسیری حوالہ جات پیش کرنا ان کے
اپنے اصول سے درست نہیں۔ باقی کفر کا فتویٰ فقط ترجمہ پہ کسی نے نہیں لگایا اور نہ ہی
دیوبندی حضرات کی تکفیر فقط اس بنیاد پہ تکفیر کی گئی بلکہ ان کو اغلاط میں ہی شمار کیا گیا
ہے۔ جہاں تک یہ بات کہ لفظی ترجمہ کرنا جائز ہے تو اس کا مقصد یہی کہ مترجم پہ فتویٰ
نہیں اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ اس پہ نقد وارد نہیں ہو سکتا اور ہم نے اپنی کتاب میں
تفصیلی حوالہ جات سے واضح کیا تھا کہ لفظی کی بجائے مرادی ترجمہ زیادہ بہتر ہے، کئی

مقامات شبہات کو جنم دیتے اور عوام کو ترجمہ ہی نہیں دیکھنا چاہئے، یہ سب اقوال دیوبندی حضرات کے اکابر کی کتب سے پیش کئے تھے، آخر میں موصوف نے ہمارا حوالہ پیش کیا کہ ترجمہ کی وضاحت حاشیہ سے ہوتی ہے جبکہ ہم نے وہاں یہ لکھا تھا:۔

"یہ بھی دیوبندی حضرات کا ہی اصول ہے کہ حاشیہ سے ترجمہ کی وضاحت ہو جاتی ہے" (کنز الایمان اور مخالفین ص ۱۸۱۔۱۸۲)

اس کے علاوہ ایوب صاحب کی طرف سے کئے گئے اعتراضات کا ہم نے دندان شکن جواب دیا تھا جس پہ جناب نے بھی خاموشی برتی اور بقول سرفراز لاجواب ہوئے۔

## احصنت فرجھا کا معنی

ہم نے لکھا تھا:۔

احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا التحریم آیت ۱۲

جس نے روکے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو پھر ہم نے پھونک دی اس میں اپنی طرف سے جان (ترجمہ محمود الحسن)

اس ترجمہ میں جناب محمود الحسن نے فرج کا ترجمہ شہوت کیا ہے جو لغوی اعتبار سے ٹھیک ہے مگر اردو میں یہ ترجمہ کچھ زیب نہیں دیتا لہذا اس پہ فوقیت اعلیٰ حضرت کے ترجمہ "پارسائی" کو ہی ہے۔

جناب عبد الحمید سواتی صاحب لکھتے ہیں:۔

"بات یہ ہے کہ فیہ کا مرجع کیا ہے؟ اس مقام پر تو یہ مذکر کا صیغہ ہے جب کہ سورۃ الانبیاء میں مونث کا صیغہ کا ہے۔۔۔۔ فیہ اور فیہا دونوں کے پیچھے فرجھا کا لفظ آیا ہے

جوان کا مرجع ہے۔ فرج کا معنی مقام شہوت بھی ہوتا اور گریبان بھی۔۔۔ اس لحاظ سے فیہ اور فیہا دونوں کا یہی معنی زیادہ موزوں ہے کہ ہم نے حضرت مریم کے فرج یعنی گریبان میں ایک روح پھونکی'' (معالم العرفان ج ۱۸ ص ۵۷۶)

لہذا اس واسطے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ موزوں اور بہتر ہے۔ ایسے ہی تفسیر حقانی میں موجود ہے:۔

''التی احصنت فرجھا جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔ یہ اس لیے فرمایا کہ یہود ان پہر زنا کی تہمت لگاتے تھے اور حضرت عیسیٰ کو (توبہ توبہ) حرامی کہتے تھے۔ اس کی پاک دامنی کے سبب **ففخنا فیہ من روحنا** ہم نے اس میں اپنے ہاں کی روح پھونک دی جس سے وہ حاملہ ہوگئیں۔ فیہ کی ضمیر فرج کی طرف راجع ہے اور فرض کا اطلاق اس جگہ عضو مخصوص پر نہیں کس لیے کہ محاورہ عرب میں کرتے یا اس کے دامن یا گریبان کو بھی فرج سے تعبیر کرتے ہیں۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ جبرئیل نے ان کے گریبان میں پھونک دیا تھا'' (تفسیر حقانی ص ۶۱۹ ج ۴)

ایسے ہی رقم کیا تھا:۔

''پھر جناب نے تفسیر جلالین کے متعلق لکھا کہ جس کو بہت ہی معتبر سمجھا جاتا ہے جبکہ ڈاکٹر حبیب اللہ چترالی صاحب لکھتے ہیں:۔

''تفسیر جلالین میں موضوع احادیث پہ اعتماد کیا گیا ہے۔ شان نزول میں من گھڑت قصے اور کہانیاں ہیں جن کو عقل و نقل کی کسوٹی قبول نہیں کرتی'' (برصغیر میں قرآن فہمی کا تنقیدی جائزہ ص ۱۷۲)

اسی طرح ابن عباس کے متعلق موجود ہے:۔

''اسی طرح حضرت ابن عباسؓ متوفی ۸۶ھ کے نام سے جو تفسیری روایات ہیں ان کی کل تعداد ۱۶۶۰ ہے جن میں امام شافعی کے ول کے مطابق صحیح ماننے کے لائق سو سے زیادہ نہیں'' (برصغیر میں قرآن فہمی کا تنقیدی جائزہ ص ۱۵۳)

''جس سند سے تنویر المقیاس مروی ہے اسے محدثین نے سدی کی وجہ سے سلسلۃ الکذب قرار دیا ہے۔ لہذا یہ ناقابل اعتبار ہے۔'' [مبادیات تفسیر ص ۷۰] (کنز الایمان اور مخالفین)

جواب میں موصوف نے ہمارے حوالہ جات پیش کئے کہ جلالین معتبر ہے، فی الوقت اتنا ہی عرض ہے کہ جناب جلالین سے استدلال آپ نے کیا تھا اور اس پہ تبصرہ بھی ہم نے آپ کے گھر سے ہی بطور الزام پیش کیا تھا، اور ہم پہلے نقل کر چکے کہ گواہی گھر کی معتبر ہوتی ہے، لہذا آپ انکار نہیں کر سکتے۔ یہ کہنا کہ حبیب چترالی صاحب اکابر نہیں تو اولا تو ان کی کتاب پہ شیر علی شاہ صاحب کی تقریظ ہے، اب آپ بتائیں کہ آپ کی علمی حثیت کا یا مسلکی پوزیشن کیا ہے جو تم انکار کرو۔ تمہارے گھمن تک کو بدعتی کہا گیا آپ کی اپنی کیا اوقات ہے لہذا آپ کے اپنے اصول سے آپ کی بات قابل قبول نہیں۔ پھر جلالین میں کہیں بھی فرج کا تذکرہ نہیں بلکہ آگے واضح موجود ہے:۔

''یعنی جبرئیل نے ان کے گریبان میں پھونک ماری'' (کمالین ج ۶ ص ۴۵۸)

اور ہم نے اپنی کتاب میں حوالہ جات سے یہ ثابت کیا تھا کہ فرج سے ناموس مراد ہے، اسی لئے دیوبندی مترجم نے بھی جلالین کی عبارت کا ترجمہ یوں کیا:۔

"جو عمران کی بیٹی تھی جنہوں نے اپنی ناموس کو محفوظ (برقرار) رکھا (ایضا)

لہذا یہ قول تحقیقی طور پہ بھی ہمارے خلاف نہیں۔ اور یہی بات ہم نے اپنی کتاب میں بھی یوں لکھی تھی:۔

"اور ان دونوں تفاسیر کے پیش کردہ حوالے جناب کی تائید نہیں کرتے۔ وہاں کہیں بھی فرج بمعنی شرمگاہ موجود نہیں" (کنز الایمان اور مخالفین ص ۳۰۲)

اب یہ موصوف کی ذمہ داری تھی کہ ثابت کرتے کہ صاحب جلالین اس مقام پہ فرج بمعنی شرمگاہ لیا ہے مگر کیونکہ موصوف کے پاس کوئی دلیل نہ تھی اس لئے اس تحقیقی جواب سے صرف نظر کرتے ہوئے فقط الزامی جواب کو چھیڑا جو ہم نے جناب کے مسلمات کی روشنی میں دیا تھا۔ اس کے بعد کلبی و سدی کی تائید کا مسئلہ تو اس وقت ہمارے سامنے حیات اعلی حضرت کا متعلقہ مقام نہیں لیکن اگر موصوف کے پیش کردہ حوالہ پہ ہی اعتبار کیا جائے تو بھی اس میں کہیں بھی یہ بات موجود نہیں کہ کلبی کی روایات معتبر ہیں بلکہ اس کے متروک اور مہتم بالکذب ہونے کی وہاں صراحت موجود ہے۔ پھر ہم پہلے بھی عرض کر چکے ان میں فرج کا معنی شرمگاہ موجود نہیں یہ جناب کی ذمہ داری ہے کہ اسے ثابت کریں مگر

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

اسکے بعد جو پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ ہے تو اس میں آیت زیر بحث کے حوالہ سے گفتگو موجود نہیں، اس لئے اس پہ کسی تبصرہ کی حاجت نہیں۔ قبل سے ضعف پہ استدلال ہم کئی دیوبندیوں سے بلکہ خود جناب سے پیش کر چکے، باقی علم تفسیر

میں اس قاعدہ کی دلیل آپ کے ذمہ ہے اور جناب آپ تو سرقہ کا طعنہ نہ دیں جو خود تبصرے کے تبصرے چوری کرتے ہیں، خیر اس وقت ہم مضمون ہذا کی سنجیدگی برقرار رکھنے کی خاطر ذاتیات پہ فی الحال گریز کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

## رحمۃ للعالمین سے مراد

ہم نے لکھا تھا:۔

۔وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

آپ کو اور کسی کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہاں کے لوگوں یعنی مکلفین پر مہربانی کے لئے (ترجمہ اشرف علی تھانوی)

اس ترجمہ کے اندر ''مکلفین'' کا لفظ جناب تھانوی صاحب کے ذہنی بگاڑ کی عکاسی کر رہا ہے جس کی بدولت سرکار دو عالم ﷺ کی رحمت محدود ہو جاتی ہے۔ اب اس اعتراض کا جناب ایوب صاحب جواب تو کیا دیتے ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' کے مصداق شکوہ کرنے لگے:۔

تو یہ رضا خانی افتراء ہے کہ یہ لوگ سرکار دو عالم ﷺ کے دائرہ رحمت کو تنگ کرتے ہیں (کنز الایمان نمبر ص ۱۹۹)

جبکہ یہ افتراء نہیں بلکہ چمکتے آفتاب کی مانند واضح حقیقت ہے جس پہ تھانوی صاحب کا ترجمہ شاہد ہے۔ ہم اس پہ ایک اور گواہ پیش کئے دیتے ہیں۔ جناب گنگوہی صاحب سے سوال ہوا کہ کیا لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول ﷺ کی ہے یا نہیں تو جناب فرماتے ہیں:۔

''الجواب لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہیں''۔

(فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۹)

اب ہم یہاں ایوب صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ جناب کیا آپ کے قطب الارشاد نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت خاصہ کا انکار کر کے رحمت کے دائرہ کو تنگ کیا کہ نہیں؟؟ پھر جناب کی پیش کردہ تفاسیر میں ایک بھی ایسا حوالہ نہیں جس میں کسی مفسر نے قید لگائی ہو۔ وہاں مطلقا ذکر ہے جبکہ تھانوی صاحب نے تو باقاعدہ قید لگا کر حسب عادت اپنے خبث باطن کا اظہار کیا ہے۔ پھر وہ ایک احتمال ہے وہاں اس کے راجح ہونے کا قول موجود نہیں جو جناب کے گھر کے اصوک سے قابل اعتناء نہیں (کنز الایمان اور مخالفین)

اب موصوف ہماری تنقید پہ تبصرہ کرنے سے تو حسب سابق قاصر رہے بس یہ کہا کہ کیونکہ اصل نفع مکلفین کو ہے اس لئے تھانوی صاحب نے یہ قید لگائی جبکہ یہ بات آپ کی منگھڑت ہے اس آیت کے حوالہ سے ایسی کوئی بات موجود نہیں۔ یہ تو ایک دعویٰ ہے اور ہم نقل کر چکے دعویٰ دلیل کا محتاج ہوتا ہے، اور جہاں تک قرآن کا متقین کے لئے ہدایت ہونا تو عرض ہیکہ قرآن کے اندر جہاں انسانیت کے لئے ہدایت کا تعلق ہے تو اس سے مراد ''اراءۃ الطریق'' ہے اور جہاں متقین کا تذکرہ ہے وہاں مراد ''ایصال الی المطلوب'' ہے (کمافی تفسیر کبیر) اور ایک کے تذکرے سے دوسرے کی نفی نہیں ہوتی۔ جہاں قرآن نے خود کو ھدی للناس کہا ہے کیا موصوف اس کا ترجمہ متقین سے کریں گے جبکہ قرآن سے تخصیص بھی موجود ہے؟

نہیں بلکہ یہاں ترجمہ عام ہی ہوگا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت مکلفین وغیر مکلفین سب کے لئے ہے اس لئے جناب کا ذاتی اختراع ہم پہ حجت نہیں۔ جہاں تک گنگوہی صاحب کی عبارت ہے تو اس پہ تاویلات کا ازالہ ہم اپنی کتاب ''دست وگریباں کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' کی جلد دوئم میں کر چکے ہیں، قارئین وہیں مراجعت کریں۔

## لن نقدر کا مطلب

ہم نے لکھا تھا:۔

آیت نمبر ۴:۔ فظن ان لن نقدر علیه

یوں سمجھا کہ ہم پکڑ نہ سکیں گے (ترجمہ محمود الحسن)

قارئین اس ترجمہ پہ علمائے اہلسنت نے یہ گرفت کی کہ اس ترجمہ سے قدرت ربی کا انکار لازم آتا ہے۔ ایسی بات تو ایک عام مسلمان نہیں کر سکتا تو پھر یہ اللہ کے نبی سے کیسے ممکن ہے۔ ہماری اسی بات کی تائید کرتے ہوئے سواتی صاحب لکھتے ہیں:۔

''قدر یقدر کا مصدر قدر بھی ہے اور قدرت بھی۔ یہاں پر لن نقدر کا معنی ''ہمیں قدرت نہیں'' درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو قادر مطلق ہے اور اسے ہر چیز پہ قدرت حاصل ہے تو یہاں قدر کا معنی ''تنگ کرنا'' ہے یعنی اللہ کے نبی نے گمان کیا کہ ہم ہرگز اسے تنگی میں نہیں ڈالیں گے۔ ویسے قدر کا معنی مقدر کرنا یا تقدیر بھی آتا ہے مگر اس

مقام پر پر "تنگ کرنا" ہی مراد ہے" (معالم العرفان ج ۱۳ ص ۳۷۳)

اس جگہ سواتی صاحب نے بھی اپنے شیخ الہند کے ترجمہ کی مخالفت کرتے ہوئے اسکو غلط قرار دیا اور صاف لکھا کہ اس جگہ "تنگ کرنا" ہی مراد ہے۔ اس کے بعد ایوب صاحب کے پیش کردہ تفسیری حوالہ جات کے متعلق عرض ہے کہ ان سے بھی جناب کا کام نہیں بننے والا۔ کیونکہ علامہ آلوسی کی عبارت میں یہ بات واضح طور پہ موجود ہے:۔

"پھر یہ اعمال قدرت سے مجازی ہوگی یعنی اس نے گمان کیا کہ ہم اپنی قدرت کو عمل میں نہ لائیں گے" پھر علامہ آلوسی نے ایک احتمال نقل کیا ہے اس کو راجح قرار نہیں دیا لہذا ان کے اپنے اصول کے مطابق یہ احتمال جناب کے لئے سود مند نہیں (کنز الایمان اور مخالفین ص ۳۰۵۔۳۰۶)

موصوف نے اس کے جواب میں کہا کہ فریق مخالف سے جواب نہ بن سکا تو جلالین کی تشریح پیش کردی جبکہ حوالہ حاشیہ کا تھا، یہاں بات مجمل تھی کیونکہ تفسیر جلالین کے کئی حواشی موجود ہیں جناب نے مکمل حوالہ پیش نہ کیا تھا اس لئے ہم نے جلالین سے ہی اس کی وضاحت پیش کردی تھی، مفتی اقتدار صاحب کے حوالہ سے ہم مختصر لکھ چکے اور تفسیر درمنثور کے حوالہ سے ہم نے نقل کیا تھا کہ اس میں تفسیری اقوال ہیں مفسر کا اپنا قول نہیں لہذا اگر کسی نے ترجمہ کیا ہے تو اس سے یہ کب لازم آگیا کہ ہر نقل کردہ تفسیری قول علامہ سیوطی کا ہے اور حجت ہے، پھر آپ حبیب صاحب کا انکار کرتے تھا جب کہ آپ کی اپنی کیا حیثیت ہے؟ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ۔ ڈاکٹر صاحب کی

تائید تو شیر علی شاہ صاحب نے کی ہے ان کے بلمقابل جناب کی کیا حیثیت ہے؟

## عورت کے خیال پہ بحث

ہم نے دیوبندی تراجم سے یہ بات ثابت کی تھی کہ ان سب نے حضرت یوسف کا زلیخا کی طرف قصد کا ارادہ کرنا تسلیم کیا، جناب باقی تراجم سے آنکھ بچا کر صرف تھانوی کے ترجمہ پہ محو گفتگو ہوئے جبکہ خود تھانوی صاحب نے واضح لکھا ہے ترجمہ میں کہ ان کو بھی اس عورت کا کچھ خیال ہو چلا تھا'' یہ ترجمہ چیخ چیخ کر اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ تھانوی صاحب نے ارادے کو تسلیم کیا ہے اسی طرح باقی تراجم میں بھی یہی بات تھی مگر موصوف نے ہمارے دیئے گئے حوالہ جات کا جواب دینے سے گریز ہی کیا اور غیر اختیاری رغبت کی بات کی جبکہ ترجمہ میں اس قسم صراحت موجود نہیں، پھر تعلیقات کا جہاں تک حوالہ ہے تو ہم اس سے دوٹوک نقل کر چکے تھے کہ:۔

'' حالانکہ صحیح بات اس کے خلاف ہے (یعنی آپ نے قصد نہیں فرمایا تھا) اور شفاء شریف میں اس مسئلہ کی تحقیق ملاحظہ کی جائے۔'' (تعلیقات رضا ص ۳۰۱)

موصوف اس کا جواب دینے سے قاصر رہے۔

## بناتی سے مراد

ہم نے لکھا تھا:۔

**قال یاقوم ھولاء بناتی**

بولا اے قوم یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں (ترجمہ محمود الحسن)

بولے اے میری قوم یہ میری بیٹیاں (بھی تو موجود ہیں) (عبد الماجد

دریابادی)

اس کی تفسیر کرتے ہوئے جناب لکھتے ہیں:۔

''اور کہا کہ اے بھائیوں ایسا برا کام نہ کیجیو اب دیکھو میری دو بیٹیاں ہیں جو مرد سے واقف نہیں مرضی ہو تو ان کو نکال لاؤ'' (تفسیر ماجدی ص ۵۰۷)

قارئین اس آیت میں ہمارے نزدیک قوم کی کی بیٹیاں مراد ہیں، حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں کا یہاں تذکرہ نہیں۔ اور یہ تفسیر راجح ہے۔ جبکہ دیوبندی مترجمین نے لوط علیہ السلام کی بیٹیوں والی تفسیر پہ اعتماد کر کے ترجمہ کیا ہے۔ اب اس پہ بھی ہم خود دیوبندی حضرات کا تبصرہ ہی پیش کرتے ہیں۔ عبدالحمید سواتی صاحب لکھتے ہیں:۔

''مفسرین کرام فرماتے ہیں اگر بیٹیوں سے لوط علیہ السلام کی اپنی بیٹیاں مراد ہیں تو قوم کو برائی اور بیحیائی سے بچانے کے لئے یہ پیشکش بھی درست تھی، مگر صحیح بات یہ ہے کہ اس سے تو لوط علیہ السلام کی اپنی بیٹیاں مراد نہیں تھیں کیونکہ آپ کی تو صرف دو ہی بیٹیاں تھیں اور وہ لوگ بہت زیادہ تعداد میں تھے تو اس پیش کش سے آپ کی مراد یہ تھی کہ اے بدنصیبو قوم کی بچیاں میری بچیاں ہیں'' (معالم العرفان ج ۱۰ ص ۴۹۴)

لہذا درست ترجمہ امام اہلسنت کا ہی ہے اور جہاں تک گستاخی کی بات تو نیازی صاحب کی عبارت میں کوئی لفظ بھی ایسا نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ نیازی صاحب نے اس قول کو گستاخی کہا ہے۔ بلکہ یہ قول مرجوح ہے جس پہ اعتماد کرتے ہوئے دیوبندی حضرات نے ترجمہ کیا ہے۔ اور ایک دفعہ پھر ان پہ فوقیت امام اہلسنت

ے ترجمہ کو ہے جو خود دیوبندی حضرات کے نزدیک بھی درست ہے۔ اور جو ترجمہ ان
حضرات نے کیا ہے اس کو دیوبندی حضرات بھی مرجوح مانتے ہیں۔ اب ایوب
صاحب اس قول کا دفاع کیا کرتے الٹا اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو درست تسلیم کرتے
ئے تفسیر عثمانی کی طرف اشارہ کیا۔ حالانکہ وہاں یہ بھی موجود ہے کہ:۔

''اور اگر خاص لوط علیہ السلام کی بیٹیاں مراد ہوں تو شاید ان میں سے بعض ممتاز
گوں کے نکاح کے لئے پیش کی ہونگی اس وقت کافر کا نکاح مسلمان عورت سے جائز
ا'' (تفسیر عثمانی ص ۳۰۵)

اور جہاں تک روح المعانی والے کی بات تو مفسر آلوسی نے بھی اس مراد قوم کی
یٹیاں لی ہیں۔ (روح المعانی ج ۷ ص ۱۰۶) اور علامہ رازیؒ نے بھی اسی قول کو مختار
قرار دے کر اس پہ دلائل قائم فرمائے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۷)

پھر ایک بات جناب کو یاد رکھنی چاہیے:۔

''اب اختر رضا اس کے مقابلے میں تفسیر مدارک پیش کرتا ہے تو عرض
خدمت ہے کہ یہ تفسیر ہے اور تفسیر میں بعض اوقات ایک احتمال کو نقل کیا جاتا'' (بریلوی
قرآن کا علمی تجزیہ ص ۶۸) (کنز الایمان اور مخالفین)

اس مکمل ٹھوس بحث کا موصوف جواب کیا دیتے یہ کہا کہ علماء اہلسنت نے
دوسرے ترجمہ کو گستاخی کہا ہے جبکہ گستاخی یا کفر کے الفاظ نیازی صاحب کی تحریر میں
ہرگز موجود نہیں، انہوں نے جو تنقید کی ہے وہ فقط اس ترجمہ کے مرجوح ہونے کو واضح
کرنے کے لئے کی ہے۔ پھر تفسیری اقوال کی وضاحت بھی ہماری تحریر میں تھی اور اس

ترجمہ کا درست نہ ہونا دیوبندی حضرات کے گھر سے پیش کیا گیا تھا موصوف تمام حوالہ جات کو پی گئے اور الٹا ہمیں کوسنے لگے۔اس کے بعد جس آیت کے حوالہ سے موصوف نے بحث کی ہے تو ہم نے تفسیر کبیر سے نقل کیا تھا:۔

"اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بے شک رسولوں نے گمان کیا کہ ان سے جو وعدہ کیا گیا تھا اس میں وہ جھٹلائے گئے یہ تاویل ابن ابی ملکیہ سے ہے۔انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔انہوں نے کہا گویا یہ بوجہ ضعف بشریت کے ہے یہ بہت بعید ہے کیونکہ ایک مومن کی شان کے لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا گمان کرے بلکہ ایسا خیال کرنے والا (بل یخرج بذالك عن الایمان) شخص ایمان سے ہی نکل جاتا ہے ایسا قول رسولوں سے کیسے جائز ہو سکتا ہے۔"

(تفسیر کبیر ج ٦ جز ١٨ ص ١٨٩)

اب موصوف غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مفسر رازیؒ پہ بھی تبرہ پڑتے مگر جناب اس حوالہ سے بھی نظریں چرا گئے،اور دیگر حوالہ جات کا بھی جواب نہ دے پائے۔جہاں تک ملفوظات مہریہ تو یہ حجت نہیں اور نہ ہی دیوبندی اصول سے اس کی مکمل ذمہ داری پیر صاحب پہ عائد ہوتی ہے۔

ہم نے انتہائی مختصر وقت میں ان لایعنی اعتراضات کا جواب اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا ہے،اور جناب نے جو اپنی کتاب کی طرف اشارہ کیا تو جب یہ منظر عام پہ آئے گی تو اس کا بھی یہی حشر ہوگا جو آپ کے اس سطحی قسم کے مضمون کا ہوا ہے۔ہم نے اس جگہ موصوف کی طرف سے کئے گئے ذاتی حملوں سے یکسر غض بصر

کرتے ہوئے فقط نفس مضمون پہ گفتگو کی ہے اور جہاں تک جناب کی طرف سے ہمیں دجال یا چنڈو باز کہہ کر اپنی شگفتہ زبانی کا اظہار ہے تو اولا ان سب کا ثواب تھانوی صاحب روح کو ایصال ہے اور دوئم عبدالجبار سلفی لکھتے ہیں:۔

''قارئین کرام! جب انسان دلائل کا جواب دینے سے عاجز آجائے تو پھر وہ یہی زبان استعمال کرتا ہے جو حکیم صاحب کر رہے ہیں۔ آخر فرعون نے بھی تو کہہ دیا تھا ''انی لاظنک یموسیٰ، مسحورا'' میرے گمان کے مطابق تو اے موسیٰ تجھ پر جادو ہو گیا ہے اور مزید کہا ''ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون'' تمہارا پیغام لانے والا جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور باؤلا ہے، ترجمہ شیخ الہند، نیز مشرکین مکہ آنحضرت ﷺ کو (العیاذ باللہ) دیوانہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ما انت بنعمت ربک بمجنون تو نہیں اپنے رب کے فضل سے دیوانہ۔ تو یہ سلسلہ ابتداء سے چلا آرہا ہے اہل باطل جب دلائل کا توڑ نہ کر سکے، بیہودہ زبان پر اتر آئے۔ مد مقابل خواہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے یعنی انبیاء علیہم السلام ہی کیوں نہ ہوں۔ تو پھر ماہ شما کی کیا حقیقت ہے؟ لہذا ہمیں اس سے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ آپ اپنا کام کرتے جائیں ہم اپنا!

ذکر کانٹوں کا آپ کی فطرت
ہم تو کرتے ہیں بات پھولوں کی'' (سوط العذاب ص ۳)

سرفراز خابصاحب رقم طراز ہیں:۔

''زبان کی تندی انتہائی معیوب ہونے کے علاوہ دوزخ میں لے جاتی ہے اور عذاب قبر کا ایک سبب ہے'' (عبارات اکابر ص ۱۴)

ایسے ہی یہی صاحب یوں تحریر کرتے ہیں:۔

''صوفی صاحب کی شرافت اور صوفی پن ملاحظہ کریں کہ دلیل اور جواب سے قاصر رہ کر گالیوں پر آمادہ ہو گئے'' (تفریح الخواطر ص ۱۸۲)

ایسے ہی ان کے اپنے مزید یوں لکھتے ہیں:۔

''مومن گالی بکنے والا نہیں ہوتا'' (فیضان معرفت ج ۵ ص ۲۴)

''مسلمان کو گالی دینے والا مستحق تعزیر ہے'' (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۱۲ ص ۱۴۳)

اللہ سے دعا ہے کہ اس تحریر کو قبول فرمائے۔